ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

4 تا 10 / اکتوبر 2001ء

☆ ''جی کا جانا ٹھہر گیا ہے؟'' (اداریہ)

☆ عالمِ کفر کی طالبان دشمنی کا سبب شریعت کا نفاذ ہے (منبر ومحراب)

☆ امریکہ جی! اب کوچ کرو (تجزیہ)

☆ دامِ افرنگ آج پھر تنگ ہے! (مکتوب شکاگو)

Terrorism is not only a consequence of the US foreign policies, but also the intellectual horrors translated to the physical level that have come home to roost. States are, of course, the legitimate national authorities of the world's various peoples. However, supporting states to use violence for stifling dissent within and without their borders denigrates them to exactly what the states have repeatedly condemned: the illegitimate use of force in the international system. What is remarkable about this endeavour by the states is the acceptance of their own terrorist tendencies and their persistent attempt to devise an ethical code and an international system to legitimise their use of force against perceived opposition. The most extended and elaborate bits of hypocrisy on record are the assumption of complete autonomy and inviolability of pro-American states, like Egypt and upholding the right of intervention in case of countries like Afghanistan.

یہودی — عالمِ انسانیت کے لئے ایک عظیم خطرہ!

''یہودی جہاں بھی گئے وہاں اخلاق و کردار کا جنازہ نکل گیا' کاروبار کے اصول پامال ہوئے۔ وہ اپنے آپ کو سب سے الگ تھلگ رکھتے ہیں اور کسی سے گھلنے ملنے کے روادار نہیں۔ اجنبیت کا یہ احساس انہیں دوسری قوموں کے سفاکانہ معاشی استحصال پر کمربستہ رکھتا ہے جیسے انہوں نے سپین اور پرتگال میں کیا۔ انہیں اجتماعیت پسند نہیں' یا تو انفرادی طور پر اپنی ہی کھال میں مست ہیں یا عیسائیوں اور دوسری قومون میں جن کا ان سے نسلی تعلق نہیں' چھوٹے چھوٹے گروپ بنا کر رہتے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ سختی سے نپٹا نہ گیا تو ایک صدی گزرنے سے پہلے ہماری آئندہ نسلیں یہودیوں کی جلب زر کا تلخ مزا چکھ رہی ہوں گی۔ حضرات! میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ اگر آپ یہودیوں کی گردنیں نہیں ناپتے تو آپ کے بچوں کی بددعائیں قبروں میں بھی آپ کو چین نہ لینے دیں گی۔ یہ لوگ دس نسلیں آپ کے ساتھ رہ لیں تب بھی ان کے چکنے گھڑوں پر آپ کے نظریات کی ایک بوند تک نہ ٹھہرے گی۔ یہودی اس ملک کے لئے ایک مستقل خطرہ ہیں۔ یہ لوگ یہاں گھسے بیٹھے رہے تو اس کے دستور و قانون پر آفت آ جائے گی۔ ہمیں ان کو اپنے آپ سے دور دفع کر دینا چاہئے۔ حضرات! امریکہ ایک حقیقی خطرے کی زد میں ہے اور یہ خطرہ یہودی ہیں۔''

بھلا بوجھئے یہ الفاظ کس نے' کب اور کہاں کہے ہوں گے؟ آپ یقین کر لیں گے کہ یہ اس تقریر کا حصہ ہے جو بنجامن فرینکلن (پیدائش ۱۷۰۶ء' وفات ۱۷۹۰ء) نے بطور ''ممبر آف ہاؤس'' امریکی ایوان میں کی؟ یہ صاحب صرف سیاست دان نہیں بلکہ مصنف' سائنس دان اور موجد بھی تھے۔ ۱۷۷۵ء سے ۱۷۷۹ء تک ہاؤس کا ممبر رہنے کے علاوہ ایک سال ریاست ایری زونا کے گورنر بھی رہے۔ انگریزی روزنامہ ''سعودی گزٹ'' جدہ کی روایت کے مطابق یہ تقریر وہائٹ ہاؤس کی دستاویزات اور کانگریس کی لائبریری میں آج بھی محفوظ ہے۔ لیکن تا حال نہ صرف

ع ''فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے'' بلکہ صیہونیت کا جادو امریکہ کے سر چڑھ کر بول رہا ہے......

......پاکستان بھی آج کشتہ ستم صیہونیت ہی تو ہے۔ انہی کا خدا واسطے کا بیر اور عیاری و مکاری کا کمال ہمارے بارے میں امریکی پالیسی میں جھلک دکھاتا رہتا ہے۔ ہم ان بدبختوں کے دلوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں۔ امریکہ سے ہمارے تعلقات کی مثبت اور نتیجہ خیز استواری اس وقت تک خواب پریشان ہی رہے گی جب تک اس کی عالمی حکمت عملی ''وال سٹریٹ'' اور تل ابیب کے اشاروں پر ناچ رہی ہے۔ اور ناچنے نکلے تو گھونگھٹ کیسا' یہی سبب ہے کہ امریکی میڈیا کی دریدہ ذہنی پوری ڈھٹائی سے ہمیں چرکے لگاتی رہتی ہے......''

(بانی ''ندائے خلافت'' اقتدار احمد مرحوم کی 1983ء کی ایک تحریر سے اقتباس)

سورۃ البقرہ (۳۷)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○﴾ (آیات: ۳۸'۳۹)

''ہم نے کہا (اللہ نے) اب تم سب کے سب یہاں سے اتر و پس تمہارے پاس میری طرف سے جو بھی ہدایت آئے تو جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے' ان کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ کسی حزن سے دوچار ہوں گے۔ اور جو لوگ کفر کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلا دیں گے' وہ جہنمی ہوں گے اور ہمیشہ کے لئے اس میں رہیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور اماں حوا کی توبہ قبول کرنے کے بعد انہیں زمین پر اترنے کا حکم دیا۔ انسان کی پیدائش درحقیقت زمین کے لئے ہوئی تھی اور اسے خلافت ارضی ہی کے لئے تخلیق کیا گیا تھا۔ حضرت آدمؑ اور اماں حوا کو آزمائشی طور پر جنت میں بھیجنے کا مقصد ان پر یہ حقیقت واضح کرنا تھا کہ انسان کو اپنی ساری زندگی میں ابلیس کی دشمنی اور اضلال سے سابقہ رہے گا۔ انسان کو زمین پر متمکن کرتے وقت یہ بھی فرمادیا گیا کہ اب میں اپنی ہدایت اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعے تم تک بھیجتا رہوں گا۔ تم میں سے جو لوگ اپنی زندگی میری ہدایت اور احکام کے مطابق بسر کریں گے وہ کسی بھی قسم کے اندیشے اور رنج و ملال سے محفوظ رہیں گے۔ اللہ کے نبی کی اطاعت کرنے والے جنت میں داخلے کے مستحق قرار پائیں گے۔ ان آیات کی روشنی میں علم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک حصہ طبیعی علوم سے متعلق ہے جو حضرت آدمؑ کو پورے کا پورا بالقوہ (Potentially) عطا کر دیا گیا تھا اور جس کی برگ ریزی (Exfoliation) وقت کے ساتھ ساتھ ہو رہی ہے۔ تہذیب و تمدن میں ترقی کے باعث ان علوم سے پرتیں اترتی جارہی ہیں اور آج انسان اس مقام پر آ گیا ہے کہ ''عروج آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں' کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے!'' علم کی دوسری قسم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے براہ راست وحیٔ نبوت و رسالت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ زیر درس آیت میں اسی علم کے بارے میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً اپنے بندوں میں سے ہی کچھ افراد کو منتخب کر کے انہیں اپنی ہدایت سے سرفراز فرماتا رہے گا۔ لہٰذا جو لوگ تو ان کی تقلید کریں گے' وہ دنیا میں بھی سکون و اطمینان کی نعمت سے مالا مال ہوں گے اور آخرت میں بھی فلاح و کامرانی اُن کے حصے میں آئے گی' جبکہ ان کی ناقدری اور تکذیب کرنے والوں کا ٹھکانہ مستقل طور پر دوزخ ہوگا۔ یہاں سورۃ البقرہ کے چوتھے رکوع کا اختتام ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کے فکر اور فلسفے' اس کائنات میں انسان کے مقام اور قرآن کی بنیادی تعلیم اور دعوت کے حوالے سے تیسرا اور چوتھا رکوع بہت جامع ہیں۔

اس کے بعد سورۃ البقرہ کے نصف اوّل کا وہ اصل حصہ شروع ہوتا ہے جس میں مسلسل دس رکوع بنی اسرائیل سے خطاب کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل' حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو کہتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ' حضرت اسحاقؑ کے بیٹے اور حضرت ابراہیمؑ کے پوتے تھے۔ حضرت یعقوبؑ کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے دیئے تھے جن سے بارہ قبیلے وجود میں آئے' جو بنی اسرائیل کہلائے۔ انہی بارہ بیٹوں میں سے ایک حضرت یوسفؑ بھی تھے۔ پھر انہی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا اور ان کو تورات دی گئی۔ یوں بنی اسرائیل کو تقریباً دو ہزار برس تک اس زمین پر اللہ کے نمائندے کی حیثیت حاصل رہی ہے۔

☆ ☆ ☆

حرام کمائی کی نحوست

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنِ اشْتَرٰى ثَوْبًا بِعَشْرَةِ دَرَاهِمَ وَفِيْهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوةً مَا دَامَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَدْخَلَ اِصْبَعَيْهِ فِىْ اُذُنَيْهِ وَقَالَ صُمَّتَا اِنْ لَّمْ يَكُنِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُهٗ)) (مسند احمد' شعب الایمان للبیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اور ان میں ایک درہم بھی حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا اس کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہوگی۔ (یہ بیان کر کے) حضرت عبداللہ نے اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں دے لیں اور فرمایا بہرے ہو جائیں میرے کان اگر میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے اپنے کانوں سے نہ سنا ہو''۔

آج کل بہت سے ایسے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے جن کی کمائی کا بڑا حصہ حرام پر مشتمل ہوتا ہے لیکن وہ آنے والوں کو' اگر وہ اس بارے میں محتاط ہوں کہ ان کے ہاں سے کھایا پیا نہ جائے' اس طور پر مطمئن کرتے ہیں کہ بھائی یہ تو میں اپنی حلال کی کمائی (یعنی تنخواہ) سے آپ کی خدمت کر رہا ہوں اس لئے گھبرائیں نہیں۔ اس حدیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو اُس جائز کی کمائی کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے اُس حرام کے ساتھ مل کر جس کو وہ ناجائز ذرائع سے حاصل کر رہا ہوتا ہے۔ حرام کا تو ایک درہم نو درہموں کو بھی حرام بنا رہا ہے اور اس غذا سے پلا بڑھا ہوا آدمی کیسے اپنے دل کو تسلی دیتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ اپنے دل کی تسلی کی خاطر اپنی تنخواہ کو علیحدہ جمع کرتے رہتے ہیں اور اس سے حج کرتے ہیں اور حرام کی کمائی سے اپنے دن بسر کر رہے ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حج تو حلال کی کمائی سے کیا ہے۔ اس وقت بھول جاتے ہیں کہ جس جسم کی نشو و نما حرام غذا سے کی گئی ہو اس کی عبادت کیسے قبول ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان بے سروپا تصورات سے امت مسلمہ کو بچائے اور لوگوں میں احساس اجاگر ہو کہ ساری کمائی ہی حلال سے حاصل ہو تو اللہ کی خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے وگرنہ نہیں۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 10 شمارہ 37

4 تا 10 اکتوبر 2001ء

(۱۶ تا ۲۲ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر : حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ' ریلوے روڈ ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے
سالانہ زرتعاون :
اندرون ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان:
☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ
.... 1500 روپے
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ
.... 2200 روپے

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

''جی کا جانا ٹھہر گیا ہے؟''

طالبان حکومت کے گرد 'شیطان بزرگ' امریکہ کا گھیرا روز بروز تنگ سے تنگ تر ہو رہا ہے۔ دو روز قبل یہ خبر عالمی پریس کے ذریعے پھیلا دی گئی تھی کہ اگلے 48 گھنٹوں کے اندر اندر امریکہ طالبان پر حملہ کر دے گا۔ وہ تمام سیاسی پنڈت اور صحافتی بزر جمہر جن کی نگاہ ظاہری اسباب و علل تک محدود ہے' کھل کر اب یہ بات کہہ رہے ہیں کہ افغانستان کی طالبان حکومت چند دن کی مہمان ہے۔ جی کا جانا ٹھہر گیا ہے' صبح گیا یا شام گیا۔ عسکری تجزیہ نگار جب امریکہ اور افغانستان کی جنگی قوت کا موازنہ کرتے ہیں تو ہنسی آتی ہے کہ سامان حرب کے اعتبار سے ایک انتہائی کمزور اور بے سروسامان ملک کے خلاف دنیا کی سب سے بڑی جنگی قوت امریکہ پوری دنیا کی قوتوں کو مجتمع کرنے پر تلا ہوا ہے۔ ممولے اور شہباز کی باہمی نسبت بھی شاید اس فرق کو بیان کرنے کے لئے ناکافی ہوگی جو جنگی تیاریوں اور سامان حرب کے حوالے سے افغانستان اور امریکہ کے درمیان موجود ہے۔ اس بات کو تقدیر مبرم سمجھ کر کہ طالبان کی حکومت کا خاتمہ یقینی ہے' سیاسی گفتگوؤں اور تجزیوں کا مرکز و محور اب یہ موضوع بن چکا ہے کہ آئندہ افغانستان کا سیاسی نقشہ کیا ہوگا اور اس کے حصے بخرے کن جغرافیائی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کئے جائیں گے!

اس تناظر میں ہمارے صدر جناب پرویز مشرف صاحب بھی کہ جو ہنوز طالبان حکومت کے ساتھ ہمدردانہ رویہ اپنائے ہوئے تھے اور کم از کم بیانات کی حد تک وہ طالبان کی سپورٹ سے دست کش نہیں ہوئے تھے اور امریکہ کے ساتھ ان کا وعدۂ تعاون محض دہشت گردی کے خاتمے تک محدود تھا' اب کھلے لفظوں میں ان خیالات کا اظہار فرما رہے ہیں کہ ''امریکی حملہ ہو کر رہے گا' طالبان کے دن گنے جا چکے ہیں۔'' اس پر فوری ردعمل کے طور پر امیر تنظیم اسلامی و داعی' تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے اپنا جو بیان اخبارات کو ارسال کیا' وہ لائق توجہ ہے:

> ''امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے صدر جنرل پرویز مشرف کے اس بیان کو مایوسی اور ناامیدی کا مظہر قرار دیا ہے۔ جس میں انہوں نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ طالبان کے دن اب گنے جا چکے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگرچہ یہ الفاظ بی بی سی کی نمائندہ نے صدر صاحب سے زبردستی کہلوائے ہیں تاہم یہ بات اسلام کے بنیادی تصور سے مطابقت نہیں رکھتی کیونکہ مستقبل کے بارے میں حتمی علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں اور کل اختیار اور طاقت صرف اللہ کے پاس ہے لہٰذا ظاہری اسباب خواہ کچھ بھی ہوں' ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا۔ لہٰذا ہمیں اللہ سے ہمیشہ خیر اور بھلائی کی امید رکھنی چاہئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ یہ بات طالبان سے زیادہ خود ہمارے اپنے مفاد میں ہے کہ ہم سارا توکل اور بھروسہ اللہ پر رکھیں اور اللہ ہی سے مدد طلب کریں کیونکہ مادی اسباب کے لحاظ سے ہماری بھی کوئی خاص حیثیت نہیں' نہ ہی امریکہ ہمارا پشت پناہ ہے۔''

ہمارا ایمان ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے' اللہ کے اذن سے ہوتا ہے۔ یہ اسباب و علل کی دنیا اللہ تعالیٰ ہی کی تخلیق کردہ ہے لیکن وہ خود ان اسباب کا پابند نہیں ہے۔ مسبب الاسباب بھی وہی ہے اور قادر مطلق بھی وہی ہے کہ جب چاہے اپنی قدرت کاملہ سے اسباب کو غیر موثر بنا دے...... چنانچہ یہ بات یقینی ہے کہ جس کسی کو اللہ کی نصرت اور مدد حاصل ہو جائے اس پر زمین و آسمان کی کوئی دوسری قوت غالب نہیں آ سکتی۔ اللہ جس کا حامی و ناصر بن جائے اسے کوئی طاقت خوفزدہ نہیں کر سکتی۔

کیا ڈر ہے اگر ساری خدائی ہے مخالف
کافی ہی اگر ایک خدا میرے لئے ہے

نہایت مضبوط قرائن اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ طالبان کو اللہ کی نصرت وحمایت حاصل ہے۔ انہوں نے اگر اللہ اور اس کے دین کے ساتھ وفاداری کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دی ہے تو اللہ تعالیٰ کیونکر انہیں بے یار و مددگار چھوڑیں گے! حق و باطل کے آخری معرکوں کا آغاز ہو چکا ہے۔ اللہ کی نصرت کا ظہور کس طور سے ہوگا' یہ بات ابھی پردۂ غیب میں ہے۔ طالبان کے لئے فکر اور تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔ امریکہ کو خدا کا درجہ دینے والوں اور مادی اسباب پر ایمان رکھنے والوں کو فکر لاحق ہونی چاہئے کہ کب اچانک ان کے دن پورے ہونے کی خبر ملتی ہے!

یہ نفاذِ شریعت ہی کی برکات ہیں کہ افغان معاشرہ جرائم اور اسلحہ سے پاک معاشرہ ہے

طالبان کے خلاف موجودہ امریکی گھیراؤ غزوۂ خندق کی صورتِ حال سے بہت مشابہ ہے

اللہ نے مومنین کی نصرت اور حمایت کی جو شرط رکھی ہے طالبان نے اسے اپنی حد تک بھرپور انداز میں پورا کیا ہے

مسلمانانِ عالم اللہ کا دین نافذ کر کے اللہ کی نصرت کے بھروسے پر اللہ کے باغیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں

ملا عمر کا یہ بیان کہ اگر اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے تو امریکہ ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا' ایک مردِ مومن کے جذبات کا آئینہ دار ہے

امریکہ اور یہود کی طالبان دشمنی اسی وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ کی شریعت کو نافذ کیا ہے

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں نائب امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 28 ستمبر کے خطاب جمعہ کی تلخیص

حمد و ثنا' تلاوت آیات اور ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا:

موجودہ صورت حال میں افغانستان کے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کا حالیہ بیان واقعتاً ایک مردِ مومن کی قلبی کیفیت کا آئینہ دار ہے' کہ انہیں اللہ کی ذات پہ یقین کامل اور اللہ کی مدد پر پورا بھروسہ ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ایک طرف شیطانی قوت ہے جبکہ دوسری طرف اللہ ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔ اگر اللہ کی مدد ہمارے شاملِ حال نہ ہوتی تو ہمارا افغانستان میں رہنا بھی ممکن نہیں تھا کیونکہ افغانستان میں بہت سی قوتیں کب کی ہمیں ختم کر چکی ہوتیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے تو امریکہ مزید چار گنا قوت حاصل کر کے بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

درحقیقت ملا عمر کا یہ بیان قرآنی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ قرآن میں اللہ کی نصرت کا وعدہ اہل ایمان کے ساتھ انتہائی موکد انداز میں ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اللہ کی مدد مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ لیکن اللہ کی مدد کے حصول کے لئے ایک شرط ہے۔ اس شرط کا سورۂ محمد کی آیات ۷ تا ۱۴ میں ذکر ہے جن کی میں نے ابتداء میں تلاوت کی۔ اور یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ افغانستان کی طالبان حکومت نے اس شرط کو پورا کیا ہے۔ اب ان کے دورِ اقتدار کو پانچ سال پورے ہو گئے ہیں۔ ان پانچ سالوں میں انہوں نے واقعتاً ثابت کیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے وفادار ہیں اور اللہ کی نصرت اور حمایت کے حصول کی جو شرط خود اللہ نے رکھی ہے اس شرط کو انہوں نے اپنی حد تک بھرپور انداز میں پورا کیا ہے۔ لہٰذا انہیں اگر یہ یقین ہے کہ انہیں اللہ کی مدد حاصل ہے تو بے بنیاد اور بلا جواز نہیں ہے۔ البتہ ہم مسلمانانِ پاکستان کے لئے کوئی جواز نہیں ہے کہ ہم یہ بات یقین سے کہہ سکیں کہ ہمیں اللہ کی مدد حاصل ہے۔ بلکہ واقعتاً اگر اپنے دلوں کو ٹٹولیں تو نتیجہ اس کے برعکس نکلے گا۔ اس لئے کہ ہم نے اس شرط کو ادنیٰ درجے میں بھی پورا نہیں کیا۔ چون پچپن سال کی تاریخ میں ہم نے اسلام اور شریعت کے ساتھ کتنا کچھ وفاداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ سب کے سامنے ہے مختصراً یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ اللہ کی نصرت کا وعدہ مشروط ہے اور وہ شرط کیا ہے' سورہ محمد کی آیت ۷ میں فرمایا:

> ''اے اہل ایمان اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا''۔

اللہ کی مدد کرنے کا کیا مطلب ہے؟ جبکہ وہ تو القوی' العزیز ہے۔ دنیا کے ہر اقتدار کے اوپر اللہ کا اقتدار حاوی اور مسلط ہے۔ اس کے قوی اور عزیز ہونے کے مظاہر پوری کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہاں دنیا میں اس نے بغرض آزمائش انسان کو اختیار دیا ہے کہ یہ صراطِ مستقیم ہے' یہ جنت کو جانے والا راستہ ہے اور ایک راستہ شیطان کا ہے جو جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ جس کو چاہو اختیار کر لو اور چونکہ یہ امتحان گاہ ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے موقع دیا کہ جس راستے کو چاہے اختیار کرو اللہ اسی راستے کو تمہارے لئے آسان کر دے گا۔ دراصل دنیا کی زندگی میں ہمارا امتحان یہ ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام' اللہ کے قانون اور اللہ کی شریعت کو نافذ کرنے کے لئے ہم کیا سعی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ کے ساتھ وفاداری کا تقاضا تو یہی ہے کہ طاغوتی قوتوں کو پچھاڑ کر اللہ کی حاکمیت اور اس کے نظام کو قائم و نافذ کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائی جائے۔ اس آیت میں بھی اسی حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ اگر تم اللہ کے دین کو غالب و نافذ کرو گے' اس کے کلمے کو سربلند کرنے کے لئے محنت کرو گے' تن من دھن نچھاور کرو گے' تو وہ لازماً تمہاری مدد کرے گا۔ یہ ہے اللہ کی مدد کے حصول کا یقینی اور گارنٹی شدہ راستہ۔ ساتھ ہی وعدہ فرمایا: ''اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا''۔ طالبان کو اسی بات پر بھروسہ ہے کیونکہ ان کے اقتدار کے پانچ سال جو گزرے ہیں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ واقعتاً ان کے نزدیک اہم ترین بات یہی ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حکمرانی ہو۔ نفاذِ شریعت کو انہوں نے ہر چیز پر مقدم رکھا ہے اور اس معاملے میں کسی مفاد یا کسی مصلحت کو آڑے نہیں آنے دیا۔ طالبان کے کسی فیصلے میں اجتہادی غلطی تو ہو سکتی ہے' بعض معاملات میں شدت پسندی کو بھی خارج امکان قرار نہیں دیا جا سکتا لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ ہر دنیاوی مصلحت سے بے نیاز ہو کر شریعت کے ہر حکم کو نافذ کرنے کے لئے ہر وقت پورے طور پر آمادہ ہیں۔ اس کی برکات بھی سامنے ہیں۔ نفاذِ شریعت کی برکات کے حوالے سے سب سے بڑا معجزہ تو یہ ہے کہ ڈاکٹر جاوید اقبال جیسے ''روشن خیال'' دانشور جن کے بہت سے افکار سیکولر سوچ کے آئینہ دار ہیں' جب کابل ہو کر آئے تھے تو انہوں نے آ کر کہا تھا کہ اس جیسا نظام اگر مزید دو تین اسلامی ملکوں میں قائم ہو جائے تو پوری دنیا میں اسلام پھیل جائے۔ اسی کی برکات ہیں کہ وہ معاشرہ جرائم اور اسلحہ سے پاک معاشرہ ہے۔ اس وقت امن و امان کا سب سے بڑا علمبردار امریکہ بھی جرائم اور اسلحہ سے پاک معاشرہ ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا بلکہ وہاں تو صورت حال نہایت ہی دگرگوں ہے۔

پچھلے سال جون میں مجھے افغانستان جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ جلال آباد میں ہمارا قیام تھا۔ وہاں ہم ایک عمارت کے پاس سے گزرے تو بتایا گیا کہ یہ جلال آباد کی جیل

ہے۔ ہمارے ساتھ مقامی' افغانی لوگ بھی تھے۔ میں نے پوچھا کہ اس جیل میں کیا کیفیت ہے' بہت بھری ہوئی (over crowded) ہوگی۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں پر ایک امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا شعبہ ہے۔ یہ محکمہ اگر کسی شخص کو خلاف شرع کام کرتا دیکھے تو اس کو عموماً فوری کارروائی کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایسے کیس تو بہت آتے ہیں لیکن بڑے جرائم مثلاً قتل' ڈاکہ' زنا' کسی کا مال غصب کرنا وغیرہ جیسے جرائم وہاں نہ ہونے کے برابر ہیں کہ جن کی پاداش میں جیل کی سزا ملتی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس نوعیت کے صرف تین مجرم اس وقت جیل میں ہیں جبکہ یہ جیل تین صوبوں کی مشترک جیل ہے۔ اس درجے جرائم سے پاک معاشرہ کسی معجزے سے کم نہیں ۔ یہ سب نفاذ شریعت کی برکات ہیں۔ اس سال اپریل میں ہمارا دوسرا دورہ ہوا تھا تو کابل میں متعین پاکستان کے سفیر سے ہماری ملاقات ہوئی۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ اگرچہ انتظامی معاملات میں طالبان کی کوئی تربیت نہیں ہے' وہاں کوئی civil service academy نہیں ہے' لیکن ہمارے مقابلے میں وہ بہت بہتر انداز میں ملکی انتظامات کو چلا رہے ہیں۔ اسی طرح فوجی تربیت کا جو آج کل جدید نظام ہے۔ اس طرح کا بھی کوئی ادارہ افغانستان میں سرے سے موجود ہی نہیں ہے لیکن وہ غیر تربیت یافتہ افواج بھی میدان جنگ میں پاکستانی تربیت یافتہ افواج سے کہیں بہتر ہیں۔

دراصل طالبان نے جب اللہ اور اس کی شریعت کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیا تو اللہ نے ان کی مدد کی۔ چنانچہ پچھلے پانچ سالوں سے ساری دنیا کی قوتیں شمالی اتحاد کو سپورٹ دینے کے لئے لگی ہوئی ہیں کہ اس کے ذریعے کسی طرح طالبان کا خاتمہ ہو لیکن الحمد للہ کہ انہیں ناکامی ہوئی اور کامیابیاں بتدریج طالبان ہی کو حاصل ہوئی ہیں۔ اس کا اصل سبب ایمانی قوت اور اللہ کی مدد ہے۔ واقعتاً پانچ سالوں میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ وہ اللہ کی مدد کے مستحق ہیں۔

افغانستان کے خلاف موجودہ امریکی گھیراؤ کی صورت حال مدینہ کی چھوٹی سی بستی پر ۵ ہجری میں غزوۂ خندق کے موقع پر اسلام دشمن قوتوں کے متحد ہو کر حملہ آور ہونے سے بہت مشابہ ہے۔ آج طالبان کے اقتدار کو بھی پانچ برس پورے ہو گئے ہیں اور کم وبیش وہی نقشہ اس وقت یہاں نظر آ رہا ہے جو غزوۂ خندق کے موقع پر مدینہ میں تھا۔ اُس وقت بھی شر انگیزی یہود کی تھی۔ خیبر میں موجود یہود کے قبائل نے پورے جزیرہ نمائے عرب کا دورہ کر کے مشرکین عرب کو اکسایا۔ بڑے بڑے جنگجو قبائل کو اکسا کر بہت بڑی مہم کے طور پر' روایات کے مطابق ۱۲ سے ۲۴ ہزار کی تعداد میں کفار کے لشکر نے مدینے کا محاصرہ کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے چراغ کو گل کرنے کے درپے تھے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے کہ:

''یہ چاہتے ہیں کہ اپنی منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو گل کر دیں۔ لیکن اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا''

حالانکہ اس وقت بظاہر نظر آ رہا تھا کہ یہ چراغ گل ہوا کہ ہوا' بچنے کی کوئی امید نہیں تھی لیکن اللہ نے اپنی قدرت خاص سے یہود کی ان سازشوں کو ناکام بنا دیا۔ اب ذرا افغانستان کی موجودہ صورت حال کا اس سے موازنہ کیجئے کہ آج بھی یہود نے سازش کر کے جنگ کی آگ بھڑکائی ہے اور مسلمانوں کے خلاف تمام عالم عیسائیت کو جمع کیا ہے۔ اب یہ بات کوئی چھپا راز نہیں ہے کہ یہ سب ''موساد'' ہی کی حرکت ہے۔ یہود کی منصوبہ بندی ہے کہ ساری دنیا کا رخ مسلمانوں کے خلاف موڑ دیا جائے ۔ وہ اس میں بہت کامیاب ہوئے ہیں اور بش کی زبان پر بھی Crusades کا لفظ آ گیا کہ اب عالم عیسائیت صلیبی جنگوں کی تیاری کر لے۔ آج تمام اسلام دشمن قوتیں طالبان افغانستان کے خلاف جمع ہیں' نقشہ کم وبیش وہی ہے جو غزوۂ خندق کے وقت تھا۔ آج آزمائش کی کیفیت بھی اتنی شدید ہے جو اس وقت تھی ۔ بظاہر بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ۔ دنیاوی حساب وکتاب کے اعتبار سے کیا حیثیت ہے افغانستان کی' امریکہ کے مقابلے میں۔ لیکن جیسا کہ ملا عمر کا ایمان افروز بیان آیا ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر بھی اہل ایمان کی زبانوں پر کلمۂ حق جاری تھا۔ ان کے یہ الفاظ سورۂ احزاب میں نقل ہوئے ہیں'' سچے اہل ایمان نے جب کفار کے لشکر کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ ہاں یہی ہے جس کا ہم سے وعدہ کیا تھا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور بالکل سچ کہا تھا اللہ اور اس کے رسول نے''۔ دراصل اہل ایمان کے سامنے قرآن کی وہ آیت تھی'' ہم لازماً تمہیں آزمائیں گے خوف سے' بھوک سے' جان و مال اور ثمرات ونتائج کے نقصان سے''۔ چنانچہ اہل ایمان نے کہا کہ اللہ نے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا ثابت ہوا اور واقعتاً آزمائش ایک مجسم صورت میں ہمارے سامنے آ گئی۔ چنانچہ قرآن نے گواہی دی ہے کہ اس پوری صورت حال اور سخت ترین آزمائش کے نتیجے میں ''اہل ایمان کے ایمان میں اور تسلیم ورضا کی کیفیت میں مزید اضافہ ہوا''۔ اس سخت ترین آزمائش کے موقع پر ہی اللہ کی واضح ترین مدد مسلمانوں کے لئے آئی ہے۔ غزوۂ احزاب میں مسلمانوں نے خندق کھودی اور ۱۲ یا ۲۴ ہزار کے لشکر نے مدینہ کا گھیراؤ کر لیا لیکن خندق کی وجہ سے ان کے لئے ممکن نہیں تھا کہ وہ براہ راست حملہ کر سکیں۔ لہٰذا باقاعدہ جنگ کی نوبت ہی نہیں آئی۔ ایک مہینے تک محاصرہ رہا۔ اس کے بعد کفار کی افواج بددل ہو گئیں۔ دل شکستگی کا عالم ان پر طاری تھا ہی کہ ایک رات ایسی شدید آندھی اور شدید جھکڑ آیا کہ ان کے خیمے اکھڑ گئے۔ چولہے پر چڑھی دیگیں الٹ گئیں۔ ان سے آگ پھیل گئی اور جانور رسیاں تڑوا کر بھاگ نکلے۔ فوج کے کمانڈر ابوسفیان نے صورت حال کو دیکھتے ہوئے کوچ کا حکم دے دیا۔ صبح کے وقت میدان صاف ہو چکا تھا' باقاعدہ لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئی۔ آزمائش اتنی سخت تھی کہ بچنے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا ۔عرب کی تمام اسلام دشمن قوتیں اتنے اہتمام سے آئی تھیں اور اگر ان کا بس چلتا تو ایک بھی مسلمان کو زندہ نہ چھوڑتے۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ کی نوبت ہی نہیں آنے دی اور لشکر تتر بتر ہو گیا' خائب وخاسر ہو کر ناکام ہو کر واپس لوٹا۔ اس موقع پر قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں کہ ''اہل ایمان کی طرف سے جنگ کرنے کے لئے اللہ ہی کافی ہو گیا'' اس کے بعد نقشہ پلٹ گیا۔ پھر مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضور ﷺ نے غزوۂ احزاب میں دشمن کی ناکامی کے بعد ہی اعلان کر دیا تھا کہ آج کے بعد قریش کو مدینہ پر حملہ آور ہونے کی ہمت نہیں ہو گی اور واقعتاً اگلے سال حضور ﷺ چودہ سو صحابہ کے ساتھ عمرے کے لئے تشریف لے گئے۔ عمرہ تو نہیں ہوا صلح حدیبیہ ہو گئی۔ یوں پورے عرب نے حضور ﷺ کی قوت کو تسلیم کر لیا۔ خود صلح کے لئے کفار نے آمادگی ظاہر کی ۔ اس کے بعد اسلام کا اثر ونفوذ تمام قبائل عرب میں پھیلا ہے۔ اسی صلح حدیبیہ کے بعد حضور ﷺ کی دعوت جزیرہ نما عرب سے باہر بھی پھیلی ہے۔ یہاں تک کہ چند سالوں میں مکہ بھی فتح ہو گیا۔ اللہ کا قانون ہے کہ سخت ترین آزمائش کے بعد مدد آتی ہے جیسے غزوۂ احزاب میں اس وقت مسلمانوں کے لئے سخت ترین آزمائش تھی۔ ویسی ہی آزمائش اس وقت طالبان کی اسلامی حکومت پر ہے۔ اللہ ان کی مدد بھی کرے گا اس لئے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ وفاداری ثابت کی ہے۔ آیئے سورۂ محمد کی اگلی آیات کا مطالعہ کریں' فرمایا:

''اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے لئے تباہی ہے اور وہ ان کے اعمال برباد کر دے گا''۔ (آیت:۸)

امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے مقدر میں منہ کے بل گرنا ہے۔ وہ جو چاہے کر لیں۔ سب مل کر آ جائیں' یہود کتنا ہی سازشوں کا جال بنیں۔ ان کے مقدر میں بالآخر شکست ہے' ٹھوکریں کھانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال اور تمام چالوں کو ناکام بنا دے گا۔ آگے فرمایا کہ ان کا یہ انجام کیوں ہے!

''یہ اس لئے کہ ان لوگوں نے ناپسند کیا اس چیز کو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔ (آیت:۹)

کفار کا یہ انجام اس لئے ہے کہ انہوں نے ناپسند کیا اس شے کو جو اللہ نے نازل فرمائی۔ اللہ کی دی ہوئی ہدایت و شریعت، اللہ کا دیا ہوا قانون انہیں پسند نہیں ہے۔ بنیادی مسئلہ یہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا اصل ٹارگٹ طالبان ہیں۔ افغان عوام کے ساتھ تو بڑی ہمدردی ہے۔ طالبان سے تکلیف کیوں ہے؟ انہوں نے اللہ کی شریعت کو نافذ کیا ہے۔ اللہ کی حکمرانی کو قائم کیا ہے۔ یہی اصل مسئلہ ہے۔ جب کہ فرعونِ وقت چاہتے ہیں کہ ہمارا نظام چلنا چاہئے، پورے گلوب پر نیو ورلڈ آرڈر ہونا چاہئے۔ اس میں کسی شریعت، کسی وحی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ جو چاہیں ہم قانون بنائیں۔ جیسا چاہیں ہم نظام بنائیں۔ جو معاشرتی قدریں چاہیں رائج کریں۔ اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ اللہ کا حکم کیا ہے۔ وحی کیا کہتی ہے؟ آگے فرمایا:

''کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان کا کیا انجام ہوا؟ اللہ نے انہیں تہس نہس کر دیا اور کافروں کا یہی انجام ہوتا ہے''۔ (آیت:۱۰)

اگر چہ اس آیۂ مبارکہ میں قریش مکہ سے خطاب ہے لیکن اس وقت پورا عالم کفر اس کا مخاطب ہے۔ کیا انہوں نے دیکھا نہیں زمین میں چل پھر کر کہ کیا انجام ہوا ان قوموں کا جو ان سے پہلے تھیں۔ یہود اور عیسائیوں سے بڑھ کر کون جانتا ہے کہ قوم عاد کا کیا حشر ہوا تھا۔ قوم ثمود کا کیا انجام ہوا تھا۔ قوم نوح کے ساتھ کیا سلوک ہوا تھا۔ کیا اس انجام سے یہ لوگ خوف زدہ نہیں ہیں۔ ٹھیک ہے آج ان کا سکہ رواں ہے۔ ان کی تہذیب ہے، ان کا آرڈر ہے، یہی آج فرعونِ وقت ہیں تو کیا اُس وقت کا فرعون اللہ کے عذاب کے مقابلے میں ٹھہر سکا جو آج یہ ٹھہر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ پچھلی اقوام کے ساتھ جو معاملہ کرتا رہا ہے، آئندہ بھی ان کفار کے ساتھ یہی معاملہ ہوگا۔ اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

اگلی آیت میں بڑے کانٹے کی بات آئی ہے کہ پچھلی اقوام کے ساتھ یہ جو معاملہ ہوا کہ مسلمان بچا لئے گئے، اللہ کے رسول بچا لئے گئے اور کافروں کی پوری قوم تباہ و برباد کر دی گئی۔ حالانکہ بظاہر ساری قوت تو کفار کے ہاتھ میں تھی۔ مسلمان ناتواں تھے، کمزور تھے، پھر بھی کفار کو شکست ہوئی۔ وہ ملیا میٹ ہوئے۔ اس کا سبب کیا ہے۔ فرمایا:

''یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ پشت پناہ ہے اہل ایمان کا اور کافروں کا کوئی بھی حامی نہیں''۔ (آیت:۱۱)

یہی سب سے بڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ پشت پناہ اور مددگار ہے اہل ایمان کا۔ امیر المومنین ملا عمر کا حالیہ بیان اسی آیت پر ایمان کا مظہر ہے، انہیں یقین ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ جس کا پشت پناہ اور مددگار اللہ بن جائے اس پر دنیا کی کوئی طاقت غالب نہیں آ سکتی۔ آگے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے ان جنتوں میں جن کے دامن میں نہریں جاری ہوں گی''۔

یعنی ایک تو دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے اور آخرت میں ان کا ابدی انجام بھی بہترین ہوگا۔ اسی آیت میں فرمایا:

''وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ زندگی کے مزے لوٹتے ہیں، فائدے اٹھاتے ہیں اور کھاتے ہیں اس طریقے سے جیسے جانور کھاتے ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے''۔ (آیت:۱۲)

کفار حیوانی سطح پر زندگی بسر کر رہے ہیں، بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ جس درجے حیوانی سطح پر آج ابلیس اور اسکے سب سے بڑے ایجنٹ یہود نے نوع انسانی کو اتار دیا ہے، اس سے پہلے کبھی ایسا نہ تھا۔ یہ نام نہاد تہذیب یافتہ اقوام، شرم و حجاب اور انسانیت سے عاری، خدا کی معرفت، خدا ترسی سے تہی دامن ہو چکی ہیں۔ شیطان نے انہیں حیوان بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ یہاں پر تو یہ مزے لوٹ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دسترخوان سب کے لئے وسیع کیا ہے۔ یہ سب کچھ چند روزہ ہے، ناپائیدار ہے۔ یہ بظاہر یہاں کامیاب بھی نظر آئیں آخر بچ کر کہاں جائیں گے۔ بالآخر جہنم رسید ہوں گے۔ اگلی آیت میں پھر وہی مضمون ہے کہ:

''اے نبی! اس سے پہلے بھی کتنی ہی بستیاں اور اقوام ایسی تھیں جو کہیں زیادہ قوت والی اور طاقت ور تھیں ان بستی والوں سے کہ جنہوں نے آپ کو باہر نکال دیا، ہم نے ان کو ہلاک کیا تو کوئی بھی ان کا مددگار نہ ہوا''۔ (آیت:۱۳)

اس آیت میں حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ قریش مکہ نے مکہ سے نکلنے پر آپ کو مجبور کیا۔ ان سے پہلے بڑی بڑی قوتیں، بڑی بڑی تہذیبیں، بڑی بڑی اقوام کو ہم نے ہلاک کیا۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں پر یہ وقت آزمائش کا ہے، بالآخر ہم آپ کو اسی بیت اللہ میں پہنچا دیں گے اور مکہ کی طرف مراجعت ہوگی۔ اگلی آیت میں ارشاد ربانی ہے:

''اور بھلا وہ شخص جو اپنے رب کی جانب سے واضح روشن ہدایت پر ہے، اس کے برابر ہو جائے گا کہ جس کے لئے اس کے اعمال کی برائی مزین کر دی گئی ہو۔ اور جو اپنے خواہشات کی پیروی کر رہا ہو''۔ (آیت:۱۴)

جو حرص و ہوا کا غلام ہے۔ جس کی آنکھوں پر خواہشات کی پٹی بندھی ہوئی ہے اور جن کی نگاہ میں ان کے برے اعمال مزین کر دیئے گئے کہ انہیں اپنی دہشت گردی نظر نہیں آ رہی۔ انہوں نے نوع انسان پر جو ظلم روا رکھا ہے، وہ نظر نہیں آ رہا۔ اپنی زیادتیوں کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ بالکل یہی معاملہ ہے جو آج امریکہ اور اسرائیل کا طرز عمل ہے۔ ان کے مقابلے پر ایک وہ ہیں یعنی طالبان جن کا موقف بالکل واضح ہے، جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہیں۔ یہ دونوں بھلا کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ اللہ کی مدد اس فریق کے ساتھ ہوگی جو اللہ کا وفادار ہے اور جو اللہ کی طرف سے ایک واضح ہدایت پر ہے۔

ان آیات کی روشنی میں مسلمانانِ عالم کا فرض ہے کہ اپنی صفوں میں کامل اتحاد پیدا کریں اور اپنے حکمرانوں کو مجبور کر دیں کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کے گٹھ جوڑ کے آلہ کار بننے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کے طور پر اللہ اور اس کے رسولؐ کے دیئے ہوئے قوانین نافذ کر کے اللہ کی مدد کے مستحق بنیں اور اللہ کی نصرت کے بھروسے پر اللہ کے باغیوں کی جانب سے کسی بھی اقدام کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ (مرتب: فرقان دانش افغانی)

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

پریس ریلیز

روزنامہ ''دن'' میں امیر تنظیم سے غلط طور پر منسوب بیان کی تردید

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے روزنامہ دن میں ان سے منسوب شائع ہونے والی اس خبر کی سختی سے تردید کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب افغانستان کے خلاف امریکہ کا ساتھ دینے کے حکومت پاکستان کے حالیہ فیصلہ کو درست سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ وہ صدر جنرل پرویز مشرف کے پیش کردہ تجزیہ کو صرف خالص مادہ پرستانہ نقطہ نظر اور وقتی مصلحت کے اعتبار سے درست سمجھتے ہیں لیکن عدل و انصاف، غیرت و خودداری اور اسلام کے حوالے سے دور رس نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے اسے انتہائی مضر قرار دیتے ہیں۔

امریکہ جی! اب کُوچ کرو

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

انسانی معاشرہ ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا جب اس سطح پر پہنچا کہ بڑی بڑی سلطنتیں وجود میں آ گئیں تو سپر پاور کا تصور ابھرا۔ یعنی بڑی سلطنتوں نے ایسا طرزِ عمل اختیار کرنا شروع کر دیا کہ ان کے احکامات کی پابندی نہ صرف ان کی اپنی جغرافیائی حدود میں کی جانی چاہئے بلکہ ان کی عسکری قوت اور وسیع وسائل کی بنیاد پر انہیں حق حاصل ہے کہ دوسرے آزاد ممالک کے اندرونی معاملات میں بھی مداخلت کر سکیں اور انہیں ایسی پالیسیاں اپنانے پر مجبور کیا جائے جن سے سپر پاور کے مفادات کو تقویت پہنچے لہٰذا پہلے زمانے میں چھوٹے اور کمزور ممالک بڑی ریاست کے باج

ان شاء اللہ افغانستان ایک اور سپر پاور کا قبرستان ثابت ہوگا

گزار ہوتے تھے۔ انسانی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو یونانی، اہل روم، اہل فارس، مسلمان، یورپی اقوام اور سوویت یونین کے کیمونسٹوں کا سپر پاور کی حیثیت سے خصوصی مقام نظر آتا ہے۔ اپنے اپنے وقت کی ان تمام سپر پاورز کی کچھ خصوصیات تھیں۔ یونانیوں نے سپر پاور بننے میں اولیت حاصل کی۔ رومی اور ایرانی بیک وقت سپر پاورز کی حیثیت رکھتے تھے اور اپنی عظمت کا دور ایک دوسرے کو گرانے میں صرف کیا۔ مسلمان اب تک طویل ترین عرصہ کے لئے سپر پاور رہنے کا ریکارڈ قائم کئے ہوئے ہیں جسے نہ ماضی میں چیلنج کیا جا سکا ہے اور مستقبل میں بھی ایسا ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ یورپی اقوام میں سے انگریزوں نے دنیا میں وسیع ترین رقبہ پر نوآبادیاتی نظام قائم کیا۔ اسی لئے کہا جاتا تھا کہ انگریز کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا۔ سوویت یونین آناً فاناً سپر پاور بنا اور پورے مشرقی یورپ میں اپنی نظریاتی حکومت قائم کی لیکن کل ستر (۷۰) سال میں دنیا کی دوسری سپر پاور امریکہ کے ہاتھوں ڈھیر ہو گیا۔

راقم نے امریکہ کا ذکر ان سپر پاورز کے ساتھ اس لئے نہیں کیا کہ امریکہ فی الوقت ایک سپریم پاور ہے جبکہ باقی تمام اقوام سپر پاورز کی حیثیت سے تاریخ کے اوراق کا حصہ بن چکی ہیں۔ امریکہ دو لحاظ سے ماضی کی سپر پاورز سے مختلف ہے۔ ایک طرف تو یہ کہ عسکری قوت اور مادی وسائل کے لحاظ سے امریکہ تاریخ کی قوی ترین سپر پاور ہے جو ساری دنیا کو آنکھ جھپکتے تباہ و برباد بلکہ ملیامیٹ کر سکتی ہے۔ وہ دنیا کے کناروں سے نکل کر سیاروں کو مسخر کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور انہیں اپنے دفاع کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ لیکن دوسری طرف اس سپریم پاور کو تعداد کے لحاظ سے ایک چھوٹی سی قوم نے مبینہ طور پر یرغمال بنایا ہوا ہے۔ کسی حکومتی عہدہ دار کو یہ جرأت نہیں کہ وہ کھل کر اس قوم کی مخالفت کرے یا اس کے مفادات کو زک پہنچانے کی کوشش کرے۔ یہ یہودی قوم ہے جس کی تعداد دنیا بھر میں بمشکل سوا کروڑ ہے لیکن امریکہ میں میڈیا اور

ابوالحسن

اقتصادیات پر قابض ہے۔ لہٰذا کسی کو عزت بخش دینا یا ذلیل و رسوا کر دینا ظاہری طور پر ان کے بس میں دکھائی دیتا ہے۔ امریکی حکومت خصوصاً صدر جو امریکہ کی مقتدر ترین ہستی ہوتی ہے اس سے اکثر و بیشتر گن پوائنٹ پر اپنے مفادات کے مطابق احکامات صادر کرواتے رہتے ہیں۔ اسرائیل یا یہودیوں کے مفادات کے خلاف کسی حکومتی اقدام پر یہ اس کے اقتدار بلکہ جان کے درپے ہو جاتے ہیں۔ صدر کینیڈی اور صدر نکسن کا انجام ماضی قریب میں ان کی کارروائیوں کی واضح ترین مثالیں ہیں۔ صدر نکسن نے تو صدارت سے ہاتھ دھونے کے بعد کھل کر کہہ دیا تھا کہ ان کے ساتھ یہ سب کچھ دنیا پر حکومت کرنے والے ان دیکھے ہاتھوں نے کیا ہے۔ یعنی آپ کہہ سکتے ہیں کہ امریکی جن کی

دوسری جنگ عظیم میں ایٹمی تباہی کیمونسٹوں کو ہراساں کرنے کے لئے پھیلائی گئی تھی

جان ایک طوطے میں ہے جس کے احکامات کا یہ خوفناک اور ظالم جن پابند ہے۔

امریکہ کے سپر پاور بننے کا آغاز ہی بدترین تباہی و بربادی سے ہوا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ سپر پاور بن کر ابھرا۔ اس جنگ میں اس نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم برسا کر انسانی تاریخ کی بدترین تباہی پھیلائی۔ ہنستے بستے دو شہر راکھ کے ڈھیر بن گئے۔ انسانوں کی اکثریت جھلس کر بھسم ہو گئی اور جو بچ بھی گئے، وہ عبرت کا نشان بن گئے یہاں تک کہ آنے والی نسلوں پر بھی اس تباہی و بربادی کے اثرات ثبت تھے۔ اکثر عسکری ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ ایٹم برسانے سے پہلے بھی جنگ اتحادیوں کے حق میں فیصلہ دے چکی تھی۔ یہ تباہی و بربادی صرف اس لئے پھیلائی گئی کہ کیمونسٹ قوت کو جس سے

انسانی تاریخ کی قوی ترین سپر پاور کو ایک چھوٹے سے گروہ نے یرغمال بنایا ہوا ہے

مستقبل میں واسطہ پڑنے والا تھا، خوفزدہ اور ہراساں کر دیا جائے اور اپنی قوت کی دھاک بٹھا دی جائے، یعنی محض دھاک بٹھانے کے لئے انسانیت کے خلاف اتنا بڑا جرم کیا گیا۔ سپر پاور بننے کے بعد امریکہ ایک دن کے لئے بھی نچلا نہیں بیٹھا۔ نت نئے ہتھیاروں اور اسلحہ سے انسانی خون کی ہولی کھیلتا رہا۔ ویت نام پر ایک طویل عرصہ تک آگ اور آہن بارش بن کر برستے رہے۔ ویت نامی کیڑے مکوڑوں کی طرح مرتے رہے لیکن ان کے عزم اور حوصلے کو شکست نہ دے سکا اور وہاں سے دم دبا کر بھاگا۔ کبھی شمالی کوریا سے پھڈا لیا۔ پھر چین کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور تائیوان کی پیٹھ ٹھونکتا رہا۔ اسرائیل کو خنجر کی طرح عربوں کی پیٹھ میں گھونپنے میں برطانیہ کا ساجھی بنا۔ فلسطینیوں کو بے گھر کرنے اور ان کے قتل و غارت میں اسرائیل کی پشت پناہی کی۔ لبنان میں انسانیت سوز حرکات کا ارتکاب امریکہ ہی کی شہ پر ہوا وغیرہ وغیرہ۔ اپنے مفاد کے مطابق مختلف ممالک اور نظریات سے گٹھ جوڑ کرتا رہا پھر ان ہی کے خون کا پیاسا ہو جاتا۔ ایک وقت تھا کیمونزم کو نیچا دکھانے کے لئے اسے ہر مذہب سے محبت تھی۔ دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک کی

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

موجودہ قومی بحران سے نکلنے کا راستہ!

اُمِّ عثمان

۱۱ ستمبر کے واقعہ کے بعد پاکستان شدید بحران میں مبتلا ہے۔ اس حادثے کے اثرات شاید خود امریکہ پر اتنی شدت سے رونما نہیں ہوئے جتنا اس کا اثر پوری دنیا کے مسلمانوں پر اور خصوصاً پاکستان پر پڑا ہے۔ اس واقعہ کی وجہ جو بھی ہو اور جس نے بھی یہ کام کیا ہو' اصل طاقت صرف ایک ہے جس کو ہم سب انسان بھلا بیٹھے ہیں۔ امریکہ کو سپر پاور کہتے وقت ہمیں ایک لمحے کو بھی اس واحد اور لاشریک ذات کا خیال نہیں آتا۔ امریکہ کو تو اپنی طاقت کا نشہ ہے' لیکن ہمیں امریکہ کی طاقت کا نشہ کیوں ہے؟ امریکہ کے دفاعی نظام' اس کی معاشی قوت' اس کی انٹیلی جنس اور اس کے ناقابل تسخیر ہونے کے حوالے سے نفسیاتی طور پر ہر ایک کے دل میں امریکہ کی دھاک کچھ اس طرح بٹھا دی گئی ہے کہ اب بھی لوگوں کو امریکہ سے ایسا ڈر لگ رہا ہے جیسا خوف صرف اور صرف ایک ذات کے لائق ہے۔ اب بھی قہر خداوندی سے ڈرنے کے بجائے ہم امریکہ بہادر کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے ہیں! لگتا ہے جیسے پاکستان تو شاید امریکہ ہی کی ایک اور سٹیٹ ہے!

یہ ہمارا قومی رویہ بن چکا ہے کہ کسی بھی معاملے میں ہم اللہ تعالیٰ کے صرف انہی احکامات پر عمل کرتے ہیں جو ہمارے ذاتی نظریات اور خیالات سے مطابق رکھتے ہوں۔ نماز ہمارے ہاں شاید ۶۰ یا ۶۵ فیصد لوگ پڑھ ہی لیتے ہوں گے لیکن اسی مالک حقیقی کا جو حکم جہاد کے متعلق ہے' اس پر عمل کرنا شاید ایک فیصد سے بھی کم لوگوں کے بس کی بات ہو! میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ کے واقعات سے سبق سیکھنے والے حکمران جنگ بدر' جنگ احد اور دوسرے غزوات کا بھی مطالعہ کریں۔ پہلے اس ملک میں اسلامی نظام نافذ کرو' پھر کفار کے ساتھ اس طریقۂ کار کے مطابق معاملات طے کرو جس کے مطابق حضور ﷺ نے معاملات طے کئے تھے۔

ہمارے سامنے ہمارے "مائی باپ" اور ہمارے "آقا" نے دو واضح صورتیں رکھی ہیں اور ہمیشہ کی طرح اب بھی دھونس اور زبردستی کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے کہا ہے: "پاکستان فیصلہ کرلے کہ دوست ہے یا دشمن"۔ پہلے دوستی کے فوائد اور نقصانات پر غور کر لیتے ہیں۔ امریکہ افغانستان پر اپنے حملوں میں پاکستان سے مدد چاہتا ہے۔ اس کا مطلب ہے اس کے بحری بیڑے ہمارے ساحلوں پر اور اس کی افواج ہماری سرزمین پر آ کر اپنے مقاصد کی تکمیل کریں گی۔ ان مقاصد کی فہرست طویل اور غور طلب ہے۔ افغانستان جیسے ایک تباہ حال ملک میں کیا ہے جس پر امریکہ حملہ کرنا چاہتا ہے؟ وہاں درحقیقت صحیح اسلامی حکومت ہے' جس کے بل بوتے پر وہ لوگ زبردست ایمانی قوت رکھتے ہیں۔ ان کو یقین کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر حال میں مدد کرے گی۔ دوسرا ہدف پاکستان ہے۔ اس کی زمین' فضاؤں اور پانیوں میں امریکہ کی فوجیں آ جائیں گی تو اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ وہ واپس بھی چلی جائیں گی؟ جب ہماری سٹریٹیجک طاقت یعنی ایٹمی اور میزائل صلاحیت پر خدانخواستہ قبضہ ہو جائے گا تو ملک مفلوج ہو جائے گا۔

اب دشمنی کے اثرات پر نظر ڈالئے۔ اگر ہمارے حکمران مذہبی غیرت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمنی کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو خاکم بدہن زیادہ سے زیادہ ملک ختم ہی ہو جائے گا۔ مفلوج ہونے سے شہید ہونا بہتر ہے! اس لئے جئیں گے تو آزاد جئیں گے ورنہ مرنا بہتر ہے جو حقیقت میں موت نہیں' شہادت ہے۔ موت تو ہمیں امریکہ کا ساتھ دینے میں بھی نظر آ رہی ہے' جو اسلام سے غداری کی موت ہوگی۔ صدر صاحب کو غداری کرنے والوں کی تاریخ بھی یاد ہوگی۔ جب دشمن غداری کرنے والوں سے اپنا کام لے لیتا ہے تو سب سے پہلے انہی غداروں کو ختم کرتا ہے۔

اگر حکومت کسی سے دفاعی معاہدے کرنا ہی چاہتی ہے تو اس کے لئے بہترین ممالک چین' افغانستان اور ایران ہیں۔ یہ مضبوط بلاک قائم کر لیا جائے تو ان شاء اللہ ملکی سلامتی کے حق میں بہتر ثابت ہوگا اور اس بحران سے نکلنے میں مدد ملے گی۔

زندگانی ہے صدف' قطرۂ نیساں ہے خودی
وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گہر کر نہ سکے
ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے!

دعوت فکر

اسلام کا قلعہ: پاکستان یا افغانستان؟

تحریر: محمد سمیع

ہم مملکت خداداد پاکستان کو ہمیشہ "اسلام کا قلعہ" قرار دیتے ہیں بلکہ ہمارے صدر محترم نے اپنی ۱۹ ستمبر کی تقریر میں اس بات کا اعادہ بھی کیا ہے۔ کسی دعوے کو اس وقت تک تسلیم نہیں کیا جاتا جب تک کہ اس کے حق میں دلیل نہ پیش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک موقع فراہم کیا تھا کہ موجودہ حالات میں اس دعوے کے لئے عملی دلیل فراہم کرتے۔ اگر پاکستان اسلام کا قلعہ ہے تو پھر اسے امت مسلمہ کے لئے دفاعی کردار ادا کرنا چاہئے' کیونکہ اسلام صرف پاکستان کی میراث نہیں بلکہ یہ ایک آفاقی دین ہے۔ آج امت مسلمہ کے ایک حصہ پر برا وقت آن پڑا ہے تو ہم نے اپنے مفاد میں اس قلعہ کا دروازہ ان افغان بھائیوں کے لئے بند کر دیا ہے جنہوں نے پندرہ لاکھ جانیں دے کر روسی فوجوں کو اسلام کے اس قلعہ پر یلغار سے روک لیا تھا اور جن کی دوستی کا راگ ہم اب تک الاپتے رہے تھے۔ یہ اسلام کا کیسا قلعہ ہے جس کا دروازہ مسلمانوں کے لئے تو بند ہے لیکن مشرکین کے لئے کھول دیا گیا ہے تاکہ وہ اس کی فضائی حدود کو استعمال کر کے اور اس کی لاجسٹک سپورٹ کے بل بوتے پر ان مسلمانوں پر جنگ مسلط کر سکیں۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ امریکی فوجیں پاکستان کی سرزمین میں قدم جما کر ہماری ایٹمی صلاحیت کو مفلوج کرنے کی اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل نہیں کریں گے؟

گزشتہ دنوں حکومتی سطح پر یومِ یکجہتی منایا گیا جس میں اس نعرے کو بنیاد بنایا گیا کہ "سب سے پہلے پاکستان' پھر کچھ اور"۔ اس سے تو منطقی طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر پاکستان واقعتاً قلعہ ہے تو صرف پاکستان اور پاکستانیوں کے لئے ہے۔ گویا ہم اپنے طرز عمل کے ذریعہ اسلام کے قلعہ میں خود دراڑیں ڈال رہے ہیں۔ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ ہم اس دعوے ہی سے دست بردار ہو جائیں۔ اس وقت تو افغانستان' اس کے باوجود کہ یہ ملک اسلام کا قلعہ نہیں کہلاتا اور اسے ایٹمی صلاحیت بھی حاصل نہیں' پوری ثابت قدمی سے دشمن کے خلاف ڈٹا ہوا ہے۔ لہٰذا اگر واقعتاً کوئی ملک اسلام کا قلعہ کہلانے کا مستحق ہے تو وہ امارت اسلامیہ افغانستان ہے۔ میں اپنے حکمرانوں کے سامنے سورۃ الصف کی ان آیات کا ترجمہ پیش کر کے اپنی تحریر کو ختم کر رہا ہوں کہ "اے ایمان کے دعوے دارو! تم وہ بات کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے سخت بیزار ہے کہ وہ بات کہی جائے جس پر عمل نہ کیا جائے"۔ (الصف: ۲'۳)

دام افرنگ آج پھر تنگ ہے!

رعنا ہاشم خان

آج نہ صرف امریکہ بلکہ کسی بھی مغربی ملک میں جب بھی کوئی ناخوشگوار واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے تو امریکی پریس کے رپورٹرز صرف اور صرف یہاں کے مسلمانوں اور مقامی مسلم تنظیموں کے عرب لیڈرز کے آگے مائیکروفون بڑھا دیتے ہیں کہ: What do you think? جب آئرلینڈ میں انسانیت سوز مظالم ڈھائے گئے تو کسی رپورٹر نے کارڈینل سے یہ سوال نہیں کیا کہ کیتھولک اس بارے میں کیا کہتے ہیں اور نہ ہی بپٹسٹ پیسٹرز کونسل (Baptist Pastors Council) کے پریذیڈنٹ پر ذومعنی فقرے اچھالے گئے۔ مقامی مسلمانوں بالخصوص عربوں سے کسی حادثے پر ان کا ردعمل جاننے کی خواہش کا اظہار اس سازش کے تحت کیا جاتا ہے کہ ایسے سوالات کی بوچھاڑ پر جھنجلا کر وہ ان حادثات سے اپنا ایسا تعلق ظاہر کریں جس کا درحقیقت کوئی وجود ہی نہیں ہے یا پھر اپنی مسلم ایسوی ایشن بنا کر ان کے خلاف مظاہرے کریں تاکہ ان کو یہ کہنے کا موقع مل سکے کہ یہ لوگ حادثات کے ذمہ دار افراد کو مدد دے رہے ہیں۔ اور اگر بالفعل کسی حادثے کے ذمہ داران میں کوئی مسلمان ملوث ہو بھی تو اس کا یہ مطلب کیسے ہوسکتا ہے کہ اب پوری مسلم کمیونٹی اس کی قیمت چکائے۔ آئرلینڈ پر ہونے والی بمباری پر تو کیتھولک کمیونٹی نے کوئی قیمت ادا نہیں کی۔ ناگاساکی اور ہیروشیما پر ایٹمی بمباری کو عیسائی مذہب کا عکاس کبھی نہیں سمجھا گیا۔ اوکلاہاما کی فیڈرل بلڈنگ کی تباہی کے ذمہ دار موتھی مک وے کی نسبت سے عیسائیوں کو کرسچین دہشت گرد کے لقب سے کسی نے نہیں نوازا۔

> اپنی طاقت اور برتری کے نشے میں بدمست امریکہ سے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر کوئی اپیل کرنا بے کار ہے۔

امریکہ میں مسلمانوں کو صحیح طور پر پہچانا ہی نہیں گیا۔ زہریلے پراپیگنڈے نے صدیوں سے ہمارے خلاف محاذ قائم کر رکھا ہے جبکہ ہم نے صرف عارضی بنیادوں پر جواب دینے ہی پر اکتفا کیا۔ مسلم کمیونٹی امریکہ کی اب یہ ذمہ داری بن چکی ہے کہ وہ عام پبلک میں اپنے گفتار، کردار اور حلیے سے اسلام کی صحیح منظر کشی کرے۔ امریکہ کے سات ملین مسلمانوں کی جانب سے جب لوگوں کو اسلام کا درست امیج دیا جائے گا تو وہ جان جائیں گے کہ مسلمان بھی سیدھے سادے شریف شہری ہو سکتے ہیں، ان کے سروں پر کوئی سینگ نہیں ہوا کرتے۔ اور جب لوگ سچائی کو جانیں گے تو میڈیا کی بات پر کان دھرنے سے پہلے پرکھنا ضرور چاہیں گے کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا!

ظاہری بات ہے کہ ہم ہر وقت اپنے ہاتھوں میں ایک بینر تو اٹھا کر گھومنے سے رہے جس پر لکھا ہو کہ میں دہشت گرد نہیں ہوں یا مسلم کمیونٹی دہشت گرد نہیں ہے۔ ہم اپنی ہی ناعاقبت اندیشیوں کے باعث آج ان کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے ہیں اور نتیجتاً جب کہیں کوئی حادثہ ہوتا ہے تو امریکی میڈیا فوراً ہماری مسجدوں اور کاروباری علاقوں کی طرف دوڑ لگا دیتا ہے تاکہ اس کا بار جلد سے جلد ہمارے کاندھوں پر ڈالا جاسکے۔ آج اسلام کی درست معلومات حاصل نہ ہونے کی وجہ سے امریکیوں نے اسلام کے بارے میں اپنے دماغ کے خانے کو دہشت گردی کے لفظ سے پُر کر لیا ہے جو کہ بہت بڑی بے انصافی ہے۔

جب آج سے تقریباً دو سو سال پہلے مغرب عالمِ اسلام میں رخنہ انداز ہوا تھا تب سے مسلمانوں نے مغرب کو اور بالخصوص عصرِ حاضر میں تو امریکہ کو اپنے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ پایا ہے۔ اس رکاوٹ پر ہونے والے اعتراضات کا امریکہ نے ہمیشہ یہی جواب دیا ہے کہ

> اسلام کی طاقت کے سہارے ہی ہم اپنی جانب بہتے نفرت کے دریاؤں کا رخ بدل سکتے ہیں۔

ہم مسلمانوں سے زیادہ طاقتور بلکہ برتر (superior) ہیں۔ اب یہ اور بات ہے کہ سوائے طاقت کے ان کے اندر ایسی کوئی خوبی نہیں پائی جاتی جس کی بناء پر یہ برتر کہلائے جا سکیں۔ البتہ طاقت کی نوک بلاشبہ بہت تیز ہے جس کو یہ اپنے حسبِ منشاء جس کو چاہیں چبھو دیتے ہیں۔ اس وقت تمام عالمی حالات کی کلید ان کی یہ طاقت ہی ہے۔ طاقت کے نشے میں چُور امریکہ سے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر کوئی اپیل کرنا وقت کا زیاں ہے۔ عالمِ اسلام کی مشکلات ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتیں، کئی مسلمان تنظیمیں فلسطین کے مسئلے پر انتہائی دل سوز الفاظ میں اپیلیں کر کر کے تھک گئی ہیں مگر کوئی شنوائی نہیں ہوتی، جبکہ اسرائیل کے لئے باقاعدہ بورڈ بٹھائے جاتے ہیں۔ اگر آج امریکہ اپنا دستِ شفقت

ANWAR TAILORS

سپیشلسٹ ان: جینٹس (مردانہ) ٹیلرنگ

مہارت خصوصی:

For All Your Tailoring Needs

- پینٹ کوٹ،
- شیروانی،
- سفاری سوٹ،
- شلوار قمیص،
- شرٹ

دولہا ڈریس کے ماہر

47۔ جی الفلاح بلڈنگ دی مال لاہور۔ فون: 6312488

اسرائیل کے سر پر سے اٹھا لے تو یہودیوں کو با آسانی قابو کیا جاسکتا ہے لیکن اس معاملے میں امریکہ کا کہنا ہے کہ ہم اسرائیل کو ناراض نہیں کر سکتے کیونکہ ایسا کرنے کا مطلب برطانیہ' فرانس' جرمنی اور پورے یورپ کو ناراض کر دینا ہے۔اسرائیل کو زندہ رکھنے میں امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کے ساتھ ساتھ عالمِ اسلام کی بے کار اور بزدل قیادتوں نے بھی اہم رول ادا کیا ہے۔نہ صرف یہ کہ ان قیادتوں نے کبھی اسرائیل کو اس کے کرتوتوں کا مزا چکھانے کی کوئی کوشش نہیں کی بلکہ ایسا کرنے کی خواہش بھی نہیں کی۔اسی لئے آج اکیلا اسرائیل عربوں کو مارنے کے لئے کافی ہے۔اسلامی ممالک کی قیادتوں کو خطرات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جرأت مندی دکھانے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔اگر دلچسپی ہے تو صرف مغربی معاشرے میں اسلام کو ایک ایسے ڈیکوریشن پیس کے طور پر سجا دینے سے ہے۔جس کو مغربی سیاح اس طرح دیکھ سکیں جیسے میوزیم میں نوادرات دیکھے جاتے ہیں۔

فی الوقت ہماری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ امریکہ کی نظریاتی پاور ہے۔یہ طاقت اسلحے سے زیادہ خطرناک ہے اور آج اسی کی بدولت دکانِ مغرب چمک رہی ہے اور چونکہ عالمِ اسلام کے راہنما بھی یہی سمجھتے ہیں کہ تمام کے تمام اچھے اور بہترین نظریات تو بس صرف امریکہ اور اس کے حواریوں ہی کے پاس ہیں اسی لئے وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں۔لیکن نادان یہ نہیں جانتے کہ اسلام ہی وہ طاقت ہے جس کے سہارے ہم اپنی جانب بہتے مغرب کی نفرتوں کے دریاؤں کا رخ بدل سکتے ہیں۔اسلام مسلم سوسائٹی کو دنیا میں عزت و وقار کے ساتھ جینے کا شرف عطا کر سکتا ہے اور مغرب کی اس نظریاتی طاقت کا فیوز اڑا سکتا ہے۔اسلام ہی ہے جو آج امتِ مسلمہ کے سوئے ہوئے شیروں کو جگا کر پوری امت کو مفلوج ہونے سے بچا سکتا ہے۔دنیا کو صرف طاقت ہی سے فتح کیا جاسکتا ہے۔شیطان صرف طاقت ہی کی زبان سمجھتا ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کی طاقت کا علم ہاتھ میں اٹھا کر مسلمان ایک عالم پر چھا گئے تھے۔آج بھی اسلام ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے مسلمان طاقتور بن سکتے ہیں۔۶۴۰ء کے قریب مشہور سپہ سالار رستم کے لشکروں سے خوفزدہ آوازیں بلند ہوئی تھیں: دیواں آمدند! دیواں آمدند! (دیو آگئے' دیو آگئے) یہ لشکر کوئی معمولی فوج نہیں تھی بلکہ دنیا کی سب سے بڑی فوجی طاقت' سلطنت فارس کا ٹڈی دل لشکر تھا......اور یہ آنے والے کون تھے؟ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی قیادت میں عرب کے صحرانشیں!

۱۹۹۱ء میں جزیرہ نمائے عرب' عراق' کویت' شام' اردن' یمن و ایران سے خوفزدہ آوازیں بلند ہوئیں: امریکی آمدند! امریکی آمدند! اور آج ستمبر ۲۰۰۱ء میں عراق کی تباہی کے بعد افغانستان' پاکستان' ایران' لیبیا اور الجیریا ان ممالک میں سرِفہرست ہیں جن کو دیکھ کر امریکہ کی آنکھوں میں خون اترتا ہے اور ان ممالک سے آوازیں بلند ہو رہی ہیں کہ امریکی آمدند! امریکی آمدند!

سوال اٹھتا ہے کہ ایسے میں ہم کیا کر سکتے ہیں! چونکہ ہم اپنے مرکز سے کٹ گئے ہیں لہٰذا اللہ کی رحمت کے ابر بھی چھٹ گئے ہیں۔ہمارا حال جتنا بے روح اور قابلِ افسوس ہے' ماضی اتنا ہی شاندار اور تابناک رہا ہے۔آج عالمِ اسلام جس طرح ہر اعتبار سے درماندہ اور پسماندہ ہے' ہمیشہ سے ایسا نہ تھا۔یہ لا الٰہ الا اللہ کے وارث ہی تھے جنہوں نے تاریخ میں پہلی بار ۱۳۴۲ء میں گن پاؤڈر کا استعمال کیا تھا۔آج ہمیں دفاعی اسلحہ کے زور پر آنکھیں دکھانے والے مغرب کے ایلچی کبھی گن پاؤڈر کی بھیک مانگنے کشکول ہاتھ میں لئے ترکی اور شام پہنچا کرتے تھے۔امریکہ جو آج تک ویت نام کے زخم چاٹ رہا ہے اب پوری دنیا کو زخمی کر دینے پر تُل چکا ہے۔اسلام کے خلاف ۱۹۹۱ء میں شروع کی گئی "صلیبی جنگ" اب فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔دامِ افرنگ آج پھر تنگ ہے۔وقت کی پکار ہے کہ ع "ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے!" اب دانشورانِ حرم کے جاگ اٹھنے کا وقت ہے۔اور جب تک یہ جاگتے ہیں آیئے ہم باہم نکتہ چینی' فرقہ واریت اور نفرتوں کو چھوڑ کر بذاتِ خود صداقت' عہد اور امانت کے نگہبان ہو جائیں۔یاد رکھئے کہ عہدِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَن يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴾ (النساء: ۱۴۱)

"ایسا کبھی نہیں ہو سکے گا کہ اللہ کافروں کو مومنوں پر غالب آ جانے دے۔"

بقیہ: تجزیہ

مذہبی جماعتوں کی اس نے پیٹھ ٹھونکی۔سیٹو سینٹو جیسے معاہدے کر کے دنیا کو کیمونزم کے خلاف اپنے ساتھ جوڑا۔جب سوویت یونین شکست و ریخت کا شکار ہو گیا اور کیمونزم بے گور و کفن دفن ہو گیا تو مذہبی عناصر اسے دہشت گرد نظر آنے لگے۔بنیاد پرستی جرمِ عظیم ٹھہری اور اس کے خلاف میڈیا نے ایسا طوفان اٹھایا کہ مذہب کا قرب جرم بن گیا۔

امریکہ کو سپر پاور بنے بمشکل ساٹھ سال ہوئے ہیں لیکن اس کے مظالم کی کہانی بڑی طویل ہے۔اللہ کے ہاں ظلم کفر سے بھی بدتر ہے لہٰذا محسوس ہوتا ہے کہ کسی انجام کا آغاز ہو چکا ہے۔وہ اس شیر کے غار میں ہاتھ ڈالنے کی تیاریاں کر رہا ہے جو برطانیہ اور سوویت یونین کی ہڈیاں چبا چکا ہے۔اگرچہ ملا محمد عمر مجاہد اس افغانستان کے حاکم ہیں جو دنیوی وسائل کے لحاظ سے مفلس اور عسکری لحاظ سے بہت کمزور ہے لیکن ان کے پاس ایمان کی ایسی قوت ہے جس سے ٹکرا کر ہر شے پارہ پارہ ہو جائے گی۔ممکن ہے عارضی طور پر امریکہ اور اس کے حواریوں کا ظلم و تشدد حاوی ہوتا نظر آئے لیکن حقیقی اور دیرپا جیت حق کی ہو گی۔افغان کسی مصنوعی اور غیر کی مسلط شدہ حکومت کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔ان کی جدوجہد طویل اور صبر آزما ہو سکتی ہے لیکن آخری فتح ان ہی کو حاصل ہو گی' ان شاء اللہ افغانستان ایک اور سپر پاور کا قبرستان بنے گا۔

۱۱ستمبر کے حادثے نے امریکی معاشرے اور سرمایہ داری نظام کا کھوکھلا پن واضح کر دیا ہے۔اس حادثہ کو تین ہفتے گزر چکے ہیں لیکن امریکی بری طرح خوفزدہ ہیں۔وہ طیاروں میں سفر نہیں کر رہے۔طیارہ ساز کمپنیوں نے لاکھوں افراد کو ملازمت سے نکال دیا ہے۔ایئر لائنز بھی ملازمین کو کام کی کمی کی وجہ سے نکال رہی ہیں۔انشورنس کمپنیاں تھوک کے حساب سے دیوالیہ ہو رہی ہیں۔تجارتی سرگرمیاں بحال نہیں ہو رہیں۔سٹاک ایکسچینج میں سینکڑوں پوائنٹس کی کمی واقع ہو گئی ہے۔سیاحت کا کاروبار جس کی وسعت اربوں ڈالر تھی' یورپ اور امریکہ میں ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے۔امریکی جہاز کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔امریکی حکومت عوام کا حوصلہ بڑھانے کے لئے "انتقام انتقام" پکار رہی ہے لیکن خوفزدہ عوام جنگ کے خلاف مظاہرے کر رہے ہیں۔سکیورٹی کے نام پر حکومت ایسے ایسے قوانین وضع کر رہی ہے کہ شہری آزادیاں اور انسانی حقوق ماضی کا قصہ محسوس ہوتے ہیں۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ ۱۱ستمبر کی طرح کے دو چار حادثات اور ہوئے تو امریکی معاشرہ ہی نہیں کُل سرمایہ داری نظام ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی طرح زمین بوس ہو جائے گا۔اس ساری صورت حال میں اگر امریکہ نے افغانستان میں مداخلت کی حماقت کی تو سمجھ لیں کہ گیدڑ نے شہر کا رخ کر لیا ہے۔یہ عالمی نوعیت کا گیدڑ ہے مرتے مرتے وقت لے گا۔ربِ کائنات کا اٹل فیصلہ ہے کہ ظلم بدترین انجام سے دوچار ہو کر رہے گا۔ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس ظلم کے راستہ میں رکاوٹ بننے کا رول ادا کرے' چاہے اس طوفان کے سامنے اسے ایک تنکے کی حیثیت حاصل ہو۔ظلم کے راستے میں حائل ہونے کی صورت میں ہم مر کر بھی امر ہو جائیں گے لیکن ظالم کے ساتھی بن کر ہم اللہ کے عذاب کو دعوت دیں گے جس سے ہماری دنیا و آخرت دونوں تباہ ہو جائیں گی۔ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ہمیں یقینِ واثق ہے کہ ایک مومن کی حکومت ختم کرتے کرتے سپر پاور خود پاش پاش ہو جائے گی۔ذرا کان لگا کر سنئے..........فضاؤں سے' سمندروں کی تہہ سے' زمین کے چپے چپے سے میٹھی میٹھی صدا صاف سنائی دے رہی ہے: امریکہ جی! اب کوچ کرو۔

ہر فرعونے را موسیٰ

محمد رشید عمر

نیویارک اور پینٹاگان کی تباہی سے متعلق ابھی تک کوئی یقینی ثبوت سامنے نہیں آیا جس سے یہ ظاہر ہو کہ اس میں کسی مسلم ادارے یا تنظیم یا شخص کا ہاتھ ہے۔ امریکی تحقیقاتی ادارے نے جن دو یمنی اور مراکشی باشندوں کو ٹکرانے والے جہازوں کے اغوا کنندگان کے طور پر نامزد کیا ہے اور وہ حملے میں جاں بحق ہو چکے ہیں' ان دو' باشندوں نے اپنی خیریت کے متعلق ایف بی آئی کو آگاہ کیا ہے۔ ایف بی آئی ان سے معذرت کر رہی ہے۔ ایف بی آئی کی تحقیقات کن حقائق سے پردہ اٹھائیں گی یا کن حقائق کو چھپائیں گی یہ تو اللہ ہی جانتا ہے لیکن جتنے شواہد ابھی تک سامنے آ چکے ہیں ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس تباہی کے پیچھے اسرائیل کا ہاتھ ہے اور اس دعوے کے لئے مضبوط دلائل بھی ہیں جو ان کے کرتوتوں کو ثابت کرتے ہیں۔

۱) قرآن مجید کا چودہ صدیاں پہلے کا فیصلہ: یہ (یہود) زمین میں فساد پھیلانے کی سعی و جہد کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ (المائدہ:۶۴)

۲) حملہ کے دن چار ہزار یہودی ملازمین اور کاروباری حضرات موقع سے غیر حاضر تھے۔ ان کی عدم موجودگی کے کیا اسباب ہو سکتے ہیں؟

۳) حملہ کے دن اسرائیل کا سابقہ وزیراعظم ایہود بارک بھی سی این این پر میار ہا تھا کہ عدالتی تحقیقات یا کمیشن بٹھا کر اصل مجرموں کا پتہ چلانے کا وقت نہیں ہے۔ (تحقیقات کا راستہ ان کے کرتوت ظاہر کر دے گا) یہ حملہ مسلمانوں نے کیا ہے۔ اب ہمارے لئے صرف دو راستے رہ گئے ہیں کہ یا مسلمانوں کو تہس نہس کر دیں یا خود مرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

۴) اپنے کرتوتوں کی وجہ سے اپنی مملکت کی بقاء کا خوف ان کے وجود کی بقاء کو جن قوتوں کا خوف ہو سکتا ہے' وہ افغانستان کی اسلامی ریاست ہے یا پاکستان کی ایٹمی قوت۔ چنانچہ انہوں نے عظیم تر اسرائیل کے قیام کو یقینی بنانے کے لئے بہت بڑی سازش کے تحت امریکیوں کو مسلمانوں کے ساتھ ٹکرانے پر مجبور کر دیا ہے۔ بش نے اس کو صلیبی جنگوں کے آغاز کا نام دیا ہے اور امریکی قیادت یہ کہہ رہی ہے کہ ہماری نظر میں وادی کشمیر میں عورتوں کو نقاب اوڑھنے پر مجبور کرنے والے اور نیویارک اور پینٹاگان پر حملہ کرنے والے دونوں برابر ہیں۔ یعنی دہشت گردی کا الزام ملمع سازی ہے' اصل دشمنی اسلام اور اسلامی تہذیب و ثقافت سے ہے۔

آج افغانستان اور امریکہ کا معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مقابلہ کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔ فرعون نے کہا تھا:

''یہ دونوں (موسیٰ اور ہارونؑ) جادو کے زور پر تمہاری زمین پر قبضہ کر کے تمہاری مثالی تہذیب و ثقافت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔'' (طٰہٰ:۶۳)

''یہ مٹھی بھر لوگ ہیں۔ انہوں نے ہمیں غصہ دلا دیا ہے اور ہم ان کو شکست دینے کے لئے تیار ہیں۔''
(الشعراء:۵۴تا۵۶)

ان حالات میں اگر امریکہ افغانستان پر حملہ کرتا ہے تو یہ کوئی علاقائی مسئلہ نہیں ہوگا بلکہ یہ اسلام اور پاکستان پر حملہ تصور ہوگا۔ ہمارے لئے تو اس کا دوسرا پہلو بھی ہے۔ آج امریکہ اپنے غیظ و غضب کا نشانہ طالبان کو بنا رہا ہے۔ اس صورت میں اگر افغانستان میں بے دین حکومت قائم ہوتی ہے تو اس سے پاکستان کو کس خیر کی توقع ہو سکتی ہے؟ طالبان سے پہلے افغان حکومتیں ہندوستان کا دم بھرتی تھیں۔ جو نئی حکومت قائم ہوگی اس کا جھکاؤ بھی ہندوستان کی طرف ہی ہوگا۔ اس طرح پاکستان دو مخالف حکومتوں کے درمیان سینڈوچ بن کر رہ جائے گا۔ مشرف صاحب امریکی شرائط کو تسلیم کر کے پاکستان میں ان کے آمد کی راہ بناتے ہیں تو پھر اس اونٹ کو خیمے سے کون باہر نکالے گا۔ ہمارے لئے تو خسر الدنیا و الآخرۃ والا معاملہ ہو جائے گا۔ اس کے مقابلے میں اگر ہم احکام خداوندی پر عمل پیرا ہو کر اسلامی ریاست کے ساتھ دیتے ہیں تو ہو سکتا ہے دیر سے آنے والی تباہی کو بظاہر جلدی آنے کا موقع فراہم کر دیں لیکن اس حالت میں دو بھلائیوں میں سے ایک کا ملنا یقینی ہو جائے گا۔

اب آیئے مشرف حکومت کے قوم سے خطاب کی طرف جس میں انہوں نے شرائط تسلیم کرنے کے لئے قرآنی حکمت اور سیرت کے واقعات کی آڑ لی ہے۔ قرآن مجید جہاں حکمت کا ذکر آتا ہے' ان مقامات پر غور کرنے سے حکمت کے جو بڑے بڑے نکات سامنے آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱) شرک سے کلی اجتناب
۲) شرم و حیا والے خاندانی نظام کا قیام جس کا نمایاں وصف بزرگوں کا احترام ہو۔
۳) اللہ کے حضور حساب دینے کا گہرا شعور
۴) حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ بھلائی کا رواج اور برائی کا قلع قمع کرنا
۵) ذمہ دار معاشرہ کا قیام
۶) حق کے لئے کھڑا ہونا اور حق مخالف قوتوں کے مقابلہ کے لئے تن من دھن لگانے کی تیاری کرنا

یہ تو حکمت کے دروس ہیں جبکہ سیرت کے واقعات میں میثاق مدینہ ہو یا صلح حدیبیہ' ان کے پس پردہ مقاصد اللہ کے دین کا قیام اور کلمۃ اللہ کی سربلندی تھی۔ جبکہ مشرف صاحب' سیرت کے واقعات اور قرآنی حکمت کو برادر اسلامی حکومت کی تباہی میں معاونت اور فرعون وقت کے قدموں میں سر جھکانے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔

اس حکمت اور سیرت کے سبق کی یاد اس وقت آنا چاہئے تھی جب مشرف صاحب پالتو کتوں کو بغل میں دبائے قوم کے سامنے اپنی رونمائی کروا رہے تھے۔ قرآن اور سیرت کے صحیح حوالہ جات کو غلط مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرنا اسلامی اخلاقی اصولوں کے خلاف ہے۔ آپ کی یہ بات صحیح ہے کہ ہم امریکہ جیسی قوت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یقیناً ہمارے پاس نہ وسائل ہیں' نہ اسلحہ اور نہ وہ ٹیکنالوجی ہے۔ لیکن ہمارا تعلق اس امت سے ہے۔ جس کی مدد بدر و حنین میں کی جا چکی ہے۔ شرط صرف ایک ہے کہ ہم یو این او' ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کو اپنا رب نہ بنائیں بلکہ اللہ کو اپنا رب بنائیں۔ پچھلے گناہوں سے توبہ کریں اور اپنے زندگی کے معمولات بالخصوص اجتماعی زندگی میں ہونے والی نافرمانیوں کا ازالہ کر دیں تو یقیناً اللہ اپنے فرمان کے مطابق ہماری مدد کے لئے فرشتوں کو بھیج دے گا۔

المیزان بینک.....ایک وضاحت

ندائے خلافت میں المیزان بینک کے شائع شدہ اشتہار کے حوالے سے 'اعتراف تقصیر' کے بعد ہمیں مذکورہ بینک کی انتظامیہ کی طرف سے اپنی شکایات کے جواب میں بعض وضاحتیں موصول ہوئی ہیں۔ ہم اپنے طور پر بھی تحقیق کر رہے ہیں اور ان وضاحتوں کی توثیق کے لئے مفتی تقی عثمانی اور جناب عمران اشرف عثمانی سے' کہ جو المیزان بینک کے ایڈوائزری بورڈ کے رکن ہیں' رابطہ کر رہے ہیں۔ ان حضرات کی جانب سے صورت حال کی وضاحت سامنے آنے پر ''ندائے خلافت'' کے قارئین کو اس سے مطلع کر دیا جائے گا۔ (ادارہ)

اسرہ کچھی والا اور فورٹ عباس کی شب بسری

۱۴ستمبر کو بعد نماز مغرب ڈگیاں والی مسجد فورٹ عباس میں ماہانہ شب بسری منعقد ہوئی۔ پروگرام کا آغاز حلقہ کے ناظم جناب ذوالفقار علی کے درس حدیث سے ہوا' جس کا موضوع ''ایمان'' تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد تنظیم اسلامی حلقہ بہاول نگر کے امیر جناب محمد منیر احمد نے ''جہاد فی سبیل اللہ'' پر درس قرآن دیا۔ اس حوالے سے قرآن مجید کی سورۃ التوبہ کے دوسرے رکوع کی تلاوت کی گئی۔ اس کے بعد راقم نے سیرت صحابہ کے موضوع پر درس دیا۔ گیارہ بجے سے تین بجے تک آرام کا وقفہ ہوا۔ صبح تین بجے سب ساتھیوں نے نماز تہجد ادا کی۔ پھر تربیتی کلاس ہوئی جس میں ہر ساتھی نے کوئی نہ کوئی حدیث سنائی۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد جناب ذوالفقار علی نے درس قرآن دیا جو ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ نماز اشراک ادا کرنے کے بعد یہ محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔ (رپورٹ: شکیل حسن)

تنظیم اسلامی لاہور (وسطی) کا ماہانہ دعوتی اجتماع

تنظیم اسلامی لاہور (وسطی) کا ماہانہ دعوتی اجتماع ۲۶ اگست کو برمکان جناب عبدالغفور' عقب چلڈرن کمپلیکس نزد گورنر ہاؤس لاہور پر بعد نماز مغرب منعقد ہوا۔ تنظیم اسلامی لاہور (وسطی) کے امیر جناب حافظ عرفان نے خطاب کیا۔ احباب کی تعداد ۸۰ سے زائد تھی۔ اس علاقے میں یہ ایک غیر معمولی تعداد تھی۔ شرکاء میں اکثریت نوجوانوں کی تھی۔ اس ضمن میں رفیق تنظیم آصف رحمان کے علاوہ محمد آصف' احسان' حسن اور شاہد صاحبان نے خصوصی محنت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنت و مشقت کو قبول فرمائے۔ آمین! جناب حافظ عرفان نے ''اتباع مصطفےٰ'' کے عنوان سے گفتگو کی اور اس پر چار پہلوؤں سے اظہار کیا جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ اتباع مصطفیٰ ؐ کی برکات کیا ہیں؟
۲۔ اس کے معنی کیا ہیں؟
۳۔ اتباع مصطفےٰ ہے کیا؟
۴۔ غفلت میں عمر گنوانے پر تو قرآن میں کیا وعید آئی ہے؟

انہوں نے کہا کہ غزوات کے حوالے سے یہ ایک غور طلب نکتہ ہے کہ کیا یہ جنگیں حضور ﷺ نے اپنی ذات کے لئے لڑی تھیں۔ کیا ان کے پیش نظر اپنی حکومت کا قیام تھا؟ نہیں! یہ اللہ کے کلمہ کو سربلند رکھنے کی جنگ تھی اور اس کے لئے آنحضور ﷺ نے اپنا خون بھی بہایا ہے۔ غزوہ احد میں حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے ہیں' رخسار مبارک سے خون کا فوارہ چھوٹا ہے اور ستر صحابہ کرام شہید ہوئے ہیں۔ تب اللہ کا دین قائم ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا دین بڑا عزیز ہے۔ اس کے لئے رحمۃ للعالمین ؐ' امام المتقین ؐ' سید المرسلین ؐ کا خون احد کی وادی میں گرا ہے۔ یہ ہے درحقیقت اتباع مصطفےٰ ؐ۔ ہماری ساری مشکلات کا حل اسی میں پوشیدہ ہے۔ بعد ازاں دعا پر یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔

(مرتب: محمد یونس)

تنظیم اسلامی لاہور (جنوبی) کا دعوتی و تربیتی اجتماع

یکم ستمبر کو بعد نماز مغرب تنظیم اسلامی لاہور (جنوبی) کے اسرہ رحمان پورہ کے زیر اہتمام مسجد انکم ٹیکس کالونی' علامہ اقبال ٹاؤن میں ماہانہ دعوتی و تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز حسب معمول درس قرآن سے ہوا۔ جناب چوہدری منظور حسین نے سورہ لقمان کے دوسرے رکوع کی روشنی میں دین کا جامع تصور واضح کیا۔ جناب پرویز اقبال نے اپنے خطاب بعنوان ''قرآن حکیم: ایک عظیم نعمت'' میں فرمایا کہ بدقسمتی سے ہم دولت' عزت' شہرت وغیرہ کو اپنی دنیاوی زندگی کی کامیابی اور کل نعمت تصور کر بیٹھے ہیں حالانکہ اصل نعمت اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے' جو ہمیں قرآن حکیم کی صورت میں حضور ﷺ کے ذریعے عطا ہوئی۔ حضور ﷺ نے اس نعمت ہدایت یعنی ''الہدیٰ'' کے مطابق زندگی بسر کی۔ اگر ہم بھی قرآن و سنت کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں تو یہی دولت' عزت' شہرت ہمارے لئے نعمت بن سکتی ہے جبکہ دوسری صورت میں ہم دنیاوی عزت و شہرت سے تو حظ اٹھا لیں گے لیکن آخرت میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔ اس کے بعد جناب مرزا سرور بیگ نے حضرت زید ؓ بن حارث جبکہ جناب محمد عباس نے حضرت مصعب بن عمیر ؓ کے حالات زندگی بیان کئے۔ نماز عشاء کے بعد جناب شاہد احمد عبداللہ نے احادیث بیان فرمائیں جس کے ذریعے رفقاء کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری ادا کرنے کی تلقین کی۔ انہوں نے کہا کہ رفقاء تنظیم پر یہ بھاری ذمہ داری ہے کیونکہ ہم دین کے جامع تصور کے حامل ہیں لیکن ہم اس تصور کو عوام الناس تک نہیں پہنچا رہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ پوری جاں فشانی سے ادا کریں۔

آخر میں راقم نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ رفقاء تنظیم کو آپس میں اس جذبے کے ساتھ ملنا چاہئے کہ انہیں حضور ﷺ کے اس فرمان کا مصداق بننا ہے جس کے مطابق آپ ؐ نے فرمایا کہ جب روز قیامت اللہ کے عرش کے سائے تلے کوئی اور سایہ نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے گی کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو صرف اللہ ہی کی محبت میں ایک دوسرے سے ملتے تھے' ایک دوسرے کو کھانا کھلاتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ مزید یہ کہ اس حدیث کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا' 'جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی مدد کو نکلتا ہے اور اپنا وقت صرف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی مدد کرنے لگتا ہے۔'' رفقاء تنظیم کو اس ایمان و یقین کے ساتھ دین کے نفاذ کے لئے کوشش کرنی چاہئے کہ اگر ہم اللہ کے کام میں لگ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے تمام کام سنوارتا چلا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''جو کوئی اللہ (کی قدرت) کا جس طرح گمان کرتا ہے تو اسی طرح اس کو پالیتا ہے''۔ اب یہ ہمارے ایمان و یقین پر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو کس طرح گمان کرتے ہیں۔ آخر میں دعا پر یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔

(رپورٹ: غازی محمد وقاص)

تنظیم اسلامی تیمر گرہ کا دعوتی اجتماع

تنظیم اسلامی تیمر گرہ نے ۷ ستمبر کو ایک خصوصی دعوتی اجتماع منعقد کیا جس میں تنظیم اسلامی کی دعوت والی کیسٹ دکھائی گئی۔ یہ پروگرام بعد نمازِ جمعہ جناب محمد فہیم کے افتتاحی کلمات سے شروع ہوا۔ تین گھنٹوں پر محیط اس اجتماع میں رفقاء و احباب نے ذوق و شوق سے شرکت کی۔ اس موقع پر مکتبہ بھی لگایا گیا تھا۔ نماز عصر کے بعد پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: شاہ وارث)

حیدرآباد میں 15 روزہ تربیتی اجتماع کا نظام

حیدرآباد کے رفقاء نے مشاورت کے بعد طے کیا کہ نظام العمل کے مطابق اب ہفت روزہ کے بجائے پندرہ روزہ تربیتی پروگرام منعقد کئے جائیں گے۔ اس سلسلے کا پہلا پروگرام رفیق محترم جناب محمد فضل کی رہائش گاہ واقع لطیف آباد میں ۱۰/ اگست کو منعقد ہوا۔ طے کیا گیا کہ اس پروگرام میں شرکت کے لئے علاقے کے لوگوں کو بھی دعوت دی جائے۔ لہٰذا رفقاء نے عصر تا مغرب اطراف و جوانب کے مکانوں اور دوکانوں میں پہنچ کر لوگوں سے رابطے کئے اور ان کو تنظیم اسلامی کا تعارف کرایا۔ بعد نماز مغرب' رفیق محترم جناب شفیع محمد لاکھو نے درس قرآن دیا اور تنظیم اسلامی کا تفصیلی تعارف کروایا۔ اس پروگرام میں تقریباً ۲۰ افراد نے شرکت کی۔ اگلا پروگرام ان شاء اللہ ۳۱/ اگست کو جناب شفیع محمد لاکھو کے گھر واقع قاسم آباد میں منعقد کیا جائے گا۔

(رپورٹ: عبدالقادر)

ضرورت رشتہ

☆ لڑکا' تعلیم بی اے کمپیوٹر میں اچھا روزگار' عمر ۳۲ سال کے لئے دینی گھرانہ سے گریجوایٹ رشتہ مطلوب ہے۔ ایک سالہ کورس سے فارغ تنظیمی رشتہ کو ترجیح دی جائے گی۔

☆ عمر ۴۲ سال' ذاتی گھر' ذاتی کاروبار' پہلی بیوی وفات پا چکی ہے' کے لئے دینی گھرانہ سے مطلقہ/ بیوہ کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: محمد اسلم: مکان نمبر ۲۲۵' گلی نمبر ۱۲ ڈی' عثمان پارک' مکہ کالونی' گلبرگ III' لاہور۔ فون: ۵۷۶۳۶۲۹

hypocrisy on record are the assumption of complete autonomy and inviolability of pro-American states, like Egypt and upholding the right of intervention in case of countries like Afghanistan.

Adding to general sense of grievance is the fact that any opposition to the US backed regimes is labelled as "terrorism," whereas there is no effort to workout the moral bases for "friendly" state behaviour. The way the international system is constituted, it is simply an invitation for the strongest powers to impose their own definitions. The dilemma is that everyone is equally convinced that there has to be standards by which to judge the behaviour of states, and there are some standards, but their selective application makes the matters worse. Forcing women to wear Burqa in Afghanistan is considered repressive but killing about 6-10 Palestinians every day is not something to be seriously considered. Individuals must have rights in Afghanistan, but Egypt and Israel are free to treat their subjects as pawns and ninepins. "Territorial conquest is not a basis for rule" (Francis Vendrell, UN Assistant Sect. General) in Afghanistan. Israel, however, is free to kill and expel natives and establish its rule in the occupied territories. We would sadly deceive ourselves if we set our hopes on the states rushing eagerly to combat the undefined terrorism with a hope to further stifle the dissent at home or to label a people's struggle for self-determination as terrorism. As the evidence on the ground suggests, the US would be very much interested in the Muslim countries' selective crackdown on religious factions under the banner of eradicating "extremism." Nevertheless, when the positive rules of law in society become inoperative or arbitrary as a result of either of a deficiency or an excess of power, people are prompted by their unfailing sense of justice to look higher, to put their hopes in salvation in those superior and permanent precepts that the ancient Greeks called 'unwritten laws' or in the actions of organisations that the Americans are calling "illusive."

The rights and duties of states and their people go hand in hand. The liberation movements in Asia, Middle East and Africa were part of the drive of the people to take a full, active and independent part in the international system. Once again, there would be rebellion if double standards of the US and UN make them feel voiceless in the world, as they do for the last few generations. They would react violently when they feel they are un-regarded and sidelined. Supporting authoritative regimes and covering their acts of terror are not an answer to a humiliated people's rage for whom decisions are made by others whose interests are paramount.

Today gifts and benedictions are showered over Musharraf's government that was not considered fit for "doing business as usual" with the US until September 11. All attempts at establishing remote control colonies would definitely backfire. The speed with which the UN Security Council has approved the recent resolutions speaks volumes of its ineffectiveness. Throughout the UN's effort to create a code of international ethics, the states have paid close attention to self-definition. What, then, of the people on whose behalf the states are presumed to be acting? Here definitions are as fuzzy or nonexistent as they are about terrorism. In the 1920s and then in late 40's, while the states were engaged in working out new international approaches and habits of cooperation, human beings collectively in relations to this cooperative endeavours were seen as "the public." Public opinion was to be both the guiding and legitimising force for international action by the states. What has, however, happened to the much-vaunted public opinion?

The relationship between public opinion and state action was one ofcollective supervision by the public and, when necessary, admonition. It is a thing of the past. In the New World Order, like the gods of old, the public is no more to keep a watchful eye, administer reproof if needed, and by approval, give sanction to international proceedings. We observed that here in Pakistan, where majority has been labelled as "15 per cent minority." The government sponsored processions on "Solidarity Day" proved its tall claims of having the majority support in Pakistan. The school children brought out on the roads, when interviewed by CNN also expressed their opinion that was totally against the government's policy. With this goes the much-assured assumption that the members of the public would make their views known and bring pressure to bear on the states of which they are part. Uselessness of opinion and argument comes to fore in situations like these where the US might, not the public opinion, dictate our policies.

Supporting suppression of freedom in Muslim countries is just one of the many root causes of anti-Americanism that the US needs to understand and all of us together have to address to avoid frustrations and save more and more among us from believing, like Osama bin Ladin, in insignificance of speaking our mind. We are losing faith in expressing our opinion or analysing the facts – an act that is going from irrelevant to objectionable and finally prosecutable under the label of "hate speech" or "inciting terrorism." Such persecutions are part of state terrorism that breeds organisational terrorism. To be effective, the US must declare a war both on state and organisational terrorism, and stop supporting authoritative regimes for its own interests, who in turn define "people" in their own narrowly conceived terms and consigning the rest to a kind of civil non-existence – if they were allowed to exist at all.

* * *

View Point

Abid Ullah Jan

Osama on Futility of our Reasoning.

It was just a few days before the terrorist attacks in New York and Washington when, for a while, Osama bin Laden shattered my expectations with his description of my forthcoming book, "Misreading the causes of anti-westernism," as "useless." I was stunned to hear that all my efforts to divide and explain manifestations of anti-Westernism into objective and subjective root causes, and offer practical solutions, were "just an exercise in futility" because my target audience would never understand the basic reasoning unless they break out of "the myth of American might." Now that all intellectual and political efforts to help the US understand the root causes of terrorism over the last 20 days have gone down the drain, it seems I was probably wide of the mark in arguing that expressing our point of view does make a difference.

Apart from many emotional protests since September 11, numerous individuals and organizations have tried to objectively analyse the causes and ways to ward off terrorism. However, the decisions taken by the US, its European allies and the UN Security Council have proved Osama right on this count at least by tactfully avoiding action against the root causes of the growing mistrust, which, in fact, leads to terrorism. Irrespective of Osama's involvement in the recent or past attacks, one has to admit that the use of direct or indirect pressure by the US has forced countless people into believing that expressing their views and grievances is of no use at all.

It is right to target terrorism, but it is absolutely wrong to waste all energies in addressing its symptoms alone. For instance, how naïve it is on part of NATO's Secretary General, who identified the "root causes of terrorism" as "financial networks of the terrorist groups" (BBC World Service 26-9). Much has been written to rightly describe the attacks as a "repercussion of the US unjust policies"; a "consequence of killing thousands of innocent civilians" in Iraq, Vietnam, Cambodia, Laos, etc; a "retaliation to state terrorism" and a practical example of what goes around, comes around. However, an effort is made here to explain the consequences of removing rights of men from the rights of states, which is one of the root causes which helped establish organisations like al-Qaida to make the voiceless heard.

The talk of a long term war is "a short-sighted approach" to the explosive problems that need long-term solutions. Washington's selective approach would not allow it to get even closer to understanding terrorism, let alone eradicating the root causes of a wider phenomenon of anti-Americanism. The world today stands at a critical crossroad. Logically speaking, the forces at the US disposal would sooner or later get or assassinate Osama. However, it won't put an end to the possibility of the impending "clash" and widespread destruction. There is no escape from it by refusing to look into the mirror or assuming that silencing the critics would help solve the problem. What did it mean to be independent and an Asian or an Arab state? It was not simply the trappings of statehood. The right to raise an army and issue postage stamps was not the real issue. Not even the right to be accepted as an equal at the UN was the point of the struggle, although that might be part of it. There was more than that, and those who had been the outcasts of the world were peculiarly fitted to define what that "more" might be. Unfortunately, almost all of these nations have once more been forced into what they dislike the most: submission.

The US tends to assume that it would take up the American way of thinking, abstractly, and set it down, as an exotic plant in any country, where others have their own common law and where the literature, customs and traditions are quite different compared to what have nurtured the Americans. They are still under the misconception that supporting a few leaders would help them change the ways of thinking and behaving of whole nations. Such undertakings of sidelining majority of a people to impose American decisions never took into consideration the fact that it would disrupt the whole system in these societies and in the long run, the traditional morals, habits and establishment of a people, confirmed by their historical experiences and religion, will certainly reassert themselves and the innovations will be undone – through revolutions, or "clash," or war, or terrorism if their civilisation has to survive at all.

Terrorism is not only a consequence of the US foreign policies, but also the intellectual horrors translated to the physical level that have come home to roost. States are, of course, the legitimate national authorities of the world's various peoples. However, supporting states to use violence for stifling dissent within and without their borders denigrates them to exactly what the states have repeatedly condemned: the illegitimate use of force in the international system. What is remarkable about this endeavour by the states is the acceptance of their own terrorist tendencies and their persistent attempt to devise an ethical code and an international system to legitimise their use of force against perceived opposition. The most extended and elaborate bits of

ان حالات میں مسلمانانِ پاکستان کے کرنے کے کام یہ ہیں کہ:

—— اولاً: ہر شخص انفرادی سطح پر اللہ کی جناب میں توبہ کرے اور اپنی معاش اور معاشرت کا جائزہ لے کہ ان میں کوئی خلاف شریعت عنصر تو شامل نہیں؟ ۔ اور اگر ہو تو اسے فی الفور ختم کردے —— ثانیاً: اجتماعی سطح پر پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام اور شریعت اسلامی کے نفاذ کے لئے جدوجہد کی جائے تاکہ قومی سطح پر بھی توبہ کا حق ادا ہو جائے —— ثالثاً: سلطنت خداداد اور وطن عزیز پاکستان اور بالخصوص اللہ کی خصوصی عنایت کی مظہر ایٹمی صلاحیت کو اسلام اور پوری امت مسلمہ کی امانت سمجھتے ہوئے اس کی حفاظت کے لئے تن، من، دھن قربان کرنے کا عزم کیا جائے، اور —— رابعاً: اپنے افغان بھائیوں کی دامے، درمے، سخنے جو امداد بھی ممکن ہو اس سے دریغ نہ کریں!

ساتھ ہی حکومت پاکستان کو بھی چاہئے

کہ صرف فوری اور وقتی مصلحتوں اور خالص مادی مفادات سے بلند تر سطح پر، اور محض ''حال'' ہی میں مقید ہونے کی بجائے ''ماضی'' اور ''مستقبل'' کو بھی سامنے رکھتے ہوئے وسیع تر تناظر میں غور و فکر سے کام لے۔ چنانچہ یہ بھی پیش نظر رکھے کہ قیام پاکستان کے عظیم تر مقاصد کیا تھے، اور اس کا بھی ادراک و شعور حاصل کرے کہ مشیت ایزدی میں مستقبل کے آخری معرکہ خیر و شر میں پاکستان کے لئے کون سا عظیم کردار مقدر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس حقیقت سے بھی چشم پوشی نہ کرے کہ طالبانِ افغانستان کے بعد عالم کفر کا اگلا لازمی ٹارگٹ جہاد کشمیر اور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت ہے —— لہٰذا ہمارے لئے لازم ہے کہ ابھی سے ایمان و اسلام اور خودداری اور عزتِ نفس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے مردانہ وار ڈٹ کر کھڑے ہو جائیں اور افغانستان کے خلاف کسی کارروائی میں ہرگز مدد و معاون نہ ہوں!

اور ''آخری مگر کمتر ین نہیں'' کے مصداق قنوت نازلہ

کی صورت میں اللہ سے دعا کرتے رہیں کہ —— باری تعالیٰ! اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے عزائم خاک میں ملا دے، ان کی جمعیت و اتحاد کو پارہ پارہ کر دے، ان کے قدموں میں کمزوری اور لرزش پیدا کر دے —— اور ان پر اپنا وہ عذاب نازل فرما جو تیری قائم و دائم سنت میں ظالموں کے لئے مقدر ہے! آمین —— یا رب العالمین!!

خاکسار اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی و داعیٔ تحریکِ خلافت پاکستان

پریس ریلیز

ایران کے فیصلہ پر امیر تنظیم اسلامی کا خیر مقدمی بیان

(لاہور ۲۶ ستمبر) امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے حکومت ایران کے اس فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے نہایت ہی خیر مقدم کرتے ہوئے اسے نہایت ہی خوش آئندہ قرار دیا ہے، جس میں افغانستان کے خلاف کسی بھی حملے میں ایران کی شرکت یا تائید کو بعید از قیاس قرار دے کر اس کی مکمل نفی کی گئی ہے۔ ایران کے دینی رہنما جناب آیۃ اللہ خامنہ ای کو ان کے اس جرأت مندانہ اور عدل و انصاف پر مبنی اقدام پر مبارک باد پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ یہ اقدام عالم اسلام کے اتحاد و یک جہتی کے لئے سنگ میل ثابت ہوگا اور اس سے مسلمانوں کی ساکھ بحال کرنے میں مدد ملے گی۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے جناب آیۃ اللہ خامنہ ای کے اس بیان کو صد فی صد درست قرار دیا کہ امریکہ نہ صرف خود دہشت گردی میں ملوث ہے بلکہ دنیا کی سب سے بڑی دہشت گرد ریاست اسرائیل کا کھلم کھلا پشت پناہ ہے۔ بی بی سی کے تبصرہ نگار کے بقول اس فیصلہ میں ایران کے کٹر مذہبی طبقے اور لبرل حلقے دونوں کا یک زبان اور کامل طور پر متفق ہونا لائق تحسین ہی نہیں دیگر مسلمان ممالک کے لئے ایک بہترین مثال ہے۔

امریکہ کا ساتھ نہ دینے کا سعودی حکومت کا فیصلہ مژدہ جانفزا سے کم نہیں ○ امیر تنظیم اسلامی

(لاہور، یکم اکتوبر) امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے سعودی حکومت کے حالیہ بیان پر مسرت اور اطمینان کا اظہار کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ سعودی حکومت کسی اسلامی ملک پر حملہ میں امریکہ کا ساتھ نہیں دے گی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ دیر آید درست آید کے مصداق سعودی حکومت کا یہ فیصلہ اس نازک گھڑی میں پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے ایک مژدہ جاں فزا سے کم نہیں۔ اس لئے کہ حرمین شریفین کے متولی ہونے کے ناتے سعودی حکومت نہ صرف پوری اسلامی دنیا میں مرکزی حیثیت کی حامل ہے بلکہ امریکہ کی ''دوستی'' اور قربت کا جتنا طویل اور گہرا تجربہ سعودی حکمرانوں کو حاصل ہے کسی دوسرے ملک کو شاذ ہی حاصل ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس بات سے اتفاق کیا کہ سعودی حکومت کے فیصلہ کے بعد دوسرے اسلامی ممالک بھی امریکہ کے ساتھ تعلقات پر نظر ثانی پر مجبور ہوں گے۔ انہوں نے صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف سے بھی اپیل کی کہ وہ جتنی جلد ممکن ہو مادہ پرستانہ تصورات اور ''آزاد خیالی'' کے چنگل سے باہر نکل کر قوم کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔

Vol : 10 Regd. CPLNo. 127 No. 37
WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ:

احادیث رسول ﷺ میں قیامت کے قریب جن ہولناک جنگوں (ملاحم) کی پیشین گوئی کی گئی تھی ان کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے ــــ واضح رہے کہ ان جنگوں میں سے ایک کو آنحضور ﷺ نے ''الملحمة العظمیٰ'' یعنی (تاریخ انسانی کی) عظیم ترین جنگ سے تعبیر کیا تھا جس میں لاتعداد انسان ہلاک ہوں گے۔

چنانچہ ترجمان حقیقت اور حکیم الامت علامہ اقبال

نے بھی ان احادیث ہی کے مطابق پیشین گوئی کی تھی کہ:۔

''دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسہ ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا''

(واضح رہے کہ اس وقت صدر امریکہ جارج بش ہوں یا وزیر اعظم برطانیہ ٹونی بلیئر یا ان کے دوسرے حواری یہ سب ''تہذیب'' ہی کی دہائی دے رہے ہیں اور اس کے تحفظ کے لئے پوری مغربی دنیا اور اس کے وسائل اور اسلحہ کو یکجا کیا جا رہا ہے!)

ان جنگوں کے نتائج کے بارے میں

نبی اکرم ﷺ کی دی ہوئی خبر یہ ہے کہ ــــ اگرچہ ان میں انجام کار آخری فتح مسلمانوں ہی کو حاصل ہوگی اور پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو جائے گا! چنانچہ ایک جانب یہودیوں پر تو وہی عذاب اکبر نازل ہوگا جو قوم نوحؑ، قوم ھودؑ، قوم صالحؑ، قوم لوطؑ، قوم شعیبؑ اور آل فرعون پر نازل ہوا تھا، یعنی ان کا بالکلیہ خاتمہ ہو جائے گا اور جس عظیم ترین اسرائیل کے وہ خواب دیکھ رہے ہیں وہ ان کا عظیم ترین قبرستان بن جائے گا اور دوسری جانب عیسائیت ایک مذہب کی حیثیت سے ختم ہو جائے گی اور پوری عیسائی دنیا اسلام میں داخل ہو جائے گی ــــ تاہم ابتدائی مراحل میں مسلمانوں، بالخصوص عربوں پر بھی شدید مصائب آئیں گے اور مسلمانوں کو عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاتھوں بہت سا جانی نقصان اٹھانا پڑے گا۔

چنانچہ محسوس ہوتا ہے کہ اب یہ بھٹی دہکنے ہی والی ہے!

اس لئے کہ صاف نظر آ رہا ہے کہ یہودیوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور وہ ایک جانب فلسطینیوں کے خلاف کوئی بڑا اقدام کرنا چاہتے ہیں جس کے آگے بوسنیا کی ''نسل کشی'' (Ethnic Cleansing) ماند پڑ جائے گی ــــ دوسری جانب ہیکل سلیمانی کی تیسری بار تعمیر کے لئے مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں (چنانچہ آج ۳؍ اکتوبر کے اخبارات میں خبر شائع ہوگئی ہے کہ یہودی اپنے Third Temple کی تعمیر شروع کرنے والے ہیں!) ــــ اور تیسری جانب وہ امریکہ کے اس دباؤ سے بھی نکل جانا چاہتے ہیں جو وہ اسرائیل کی مکمل سرپرستی اور کامل پشت پناہی کے ساتھ ساتھ فلسطینیوں اور عربوں کے ساتھ کسی مصالحت کے لئے ڈال رہا ہے۔

لہٰذا اسرائیل نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے

امریکہ میں ہولناک اور ناقابل تصور دہشت گردی کروا کر ایک طرف تو یہ کوشش کی ہے کہ امریکہ فوری طور پر مشتعل ہو کر افغانستان کے خلاف کوئی بڑا اقدام اٹھا لے ــــ جس کی لپیٹ میں ان کی خواہش ہے کہ پاکستان اور اس کی ایٹمی صلاحیت بھی آ جائے ــــ اور دوسری طرف ایک سابق اسرائیلی وزیر اعظم نتن یاہو کی اس دھمکی پر بالفعل عمل کر کے کہ ''میں واشنگٹن میں آگ لگا دوں گا'' امریکہ کو یہ پیغام دے دیا کہ ہم پر کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے ورنہ ہم امریکہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے!

(باقی صفحہ ۱۵ پر دیکھئے)